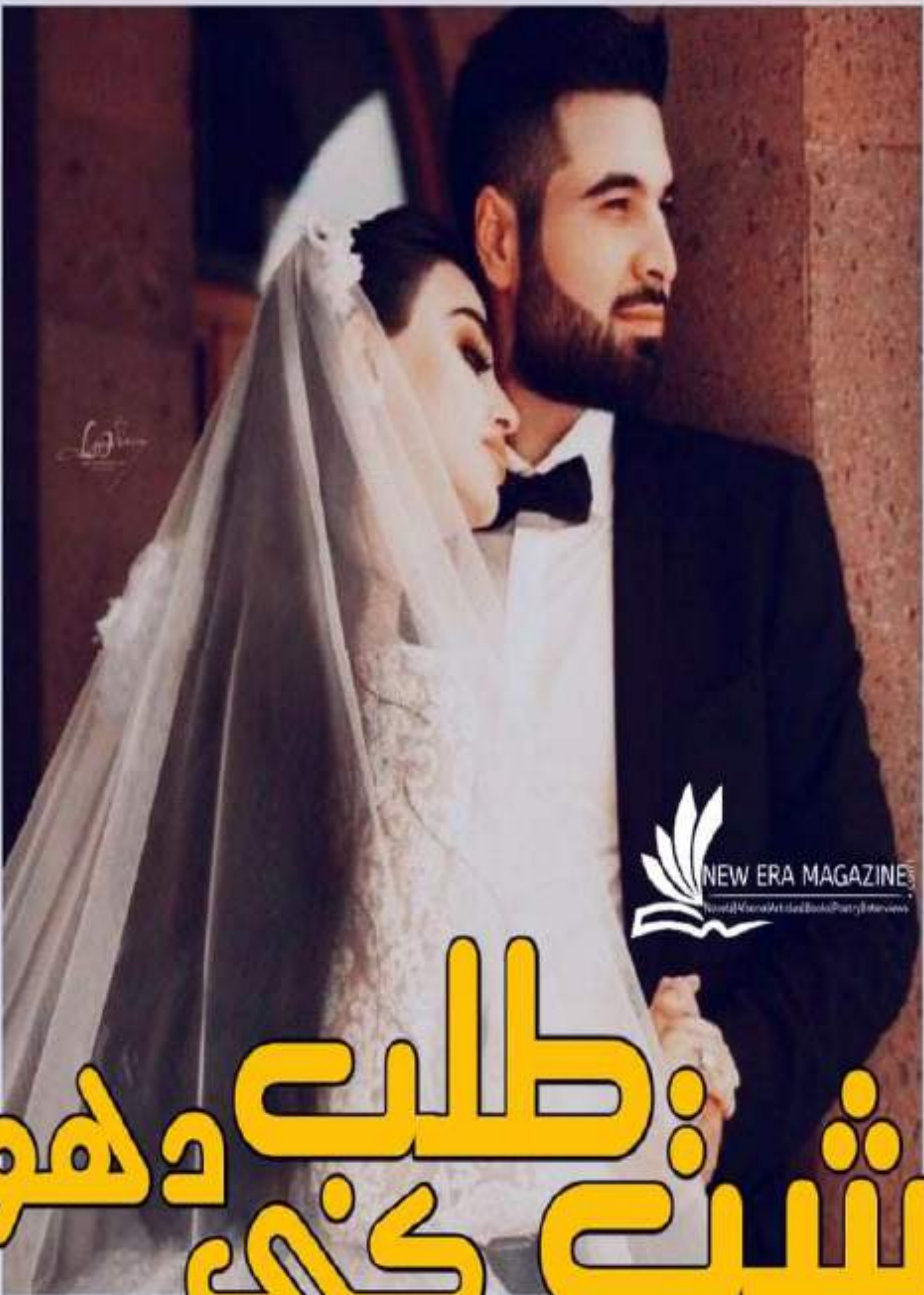

دشت طلب کی دھول

بقلم ردا مغل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(مکمل ناول)

دشت طلب کی دھول

از رئیا مغل

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ہماری ویب میں شایع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔ ہمیں اپنی ویب نیو ایرا میگزین(New Era Magazine)کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری، پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشااللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایرا میگزین

☆☆☆☆☆

سردیاں اپنے عروج پر تھیں۔وہ سردیوں کی ایک ویران اداسی والی شام تھی۔جس پہر انہوں نے باغ میں قدم رکھا۔سردی کی سی اک لہر سی اٹھی تھی

ان کے بدن میں۔ہوا کا سرد جھونکا سا ان کو چھوا کے گزرا تھا۔لیکن ان کے تاثرات ۔میں ذرا بھی تبدیلی نہیں آئی تھی۔

جیسے ان کا اندر ویران تھا اس طرح موسم بھی اداس اور ویران تھا۔

یہ اداسی ان کی شخصیت کا حصہ بن چکی تھی۔جوان کو اندر ھی اندر جکڑے ہوئی تھی۔اور جب بھی وہ اس تاریک خاموشی سے باہر آنا چاہتیں۔تو خاموش پہر اس باغ میں اکر بیٹھ جاتی تھیں۔اور اپنے ماضی کی تلخ یادیں یاد کر کے ایک بار پھر سے اپنی روح چھلنی کر لیتی تھیں۔یہ یادیں انہیں اور کشمکش میں ڈال دیتی تھیں۔

اج بھی وہ روزمرہ کی طرح قدم اٹھاتے باغ میں داخل ہوئی تھیں۔

وہ زمین پر بکھرے پتوں پر چلتے ہوئے اپنے مخصوص بینچ کی طرف چل

دیں۔مگر یہ کیا وہ دیکھ کر رکی۔بینچ پر ایک بہت ھی پیاری سی لڑکی بیٹھی تھی۔

بلا کی معصومیت تھی اس لڑکی کے چہرے پر۔بلیو جینز اور وائٹ شرٹ پہنے بالوں کو کھلا چھوڑے جو ھوا کے جھونکوں سے بار بار اس کے معصوم چہرے پر آرہے تھے۔۔لیکن وہ بے فکری کے عالم میں نا جانے کن سوچوں میں گم کھوئی ہوئی بیٹھی تھی۔

یوں جیسے سب سے خفا ہو کے وہ اس ویران باغ میں ابیٹھی ہو۔اس کو تشویش و فکر لاحق ہوئی کہ شام ڈھلے اور وہ بھی سردیوں کی ویران شام میں یہاں بیٹھی کیا کر رہی ھے۔اور وہ بھی اکیلی۔۔۔۔

لڑکی نے پتوں پہ چلتے قدموں کی آہٹ سنی تو ایک دم سر اٹھایا۔اور حیران رہ گئ۔۔۔

****

****

اسمانی شیفون کی ساڑھی میں

ملبوس بالوں کا سادہ سا جوڑا بنائے ڈائمنڈ کی نازک سی جیولری پہنے ایک درمیانی عمر کی باوقار عورت کھڑی تھی۔۔

جن کا سرخ وسفید رنگ تھا۔اور نہایت شفقت بھرا انداز ان کے چہرے سے جھلک رہا تھا۔وہ سوچتی ہی رہ گئ جو اب اتنا غضب ڈھا رھیں ھیں جوانی میں کیسی ھوں گی کتنی پیاری اور دلکش۔۔۔

وہ عورت لبوں پہ مسکراہٹ سجائے نہایت عاجزانہ انداز میں پوچھ رہی تھیں۔بیٹا کیا میں یہاں بیٹھ سکتی ھوں۔۔

اور وہ دنگ ھی رہ گئ اتنا نرم لہجہ کہ کانوں میں رس گھول دے۔بلاشبہ وہ ایک مکمل شخصیت تھیں۔

اس نے اثبات میں سر ہلایا اور ایک سائیڈ پر ہوکر بیٹھ گئ۔ایک خوشبو کے جھونکے نے اس لڑکی کا استقبال کیا تھا۔۔۔۔۔

کافی دیر دونوں کے درمیان خاموشی حائل رہی۔

انکی خوبصورت اور میٹھی اواز نے خاموشی کا دائرہ توڑا اور بولیں۔

تمہارا نام جان سکتی ہوں اگر برا نا مانو تو؟ نام پوچھا ھی اتنے پیار سے گیا تھا کہ سہ کیسے نا بتاتی۔

گل رعنا اور آپ کا؟

اس نے اپنا نام بتا کر جوش سے پوچھا۔۔

گل رعنا وہ بڑبڑائیں۔۔۔

وہ جیسے کسی گہری نیند سے جاگی ہوں اور حیران و پریشانی کے عالم میں اس کی جانب نظریں جما کے دیکھ رہیں ہوں ۔۔۔

اپ ٹھیک ھے نا میں نے آپ کا نام پوچھا۔۔

اور وہ طلملا اٹھی۔۔ھاں میرا نام بھی گل رعنا ھے۔۔

What i don't believe this what a co incidence....Same name۔۔۔۔۔

ہاں مگر مجھے اس نام سے اج تک کسی نے نہیں پکارا ءءسوائے اس اک

شخص کے؛یہ جملہ کہتے کہتے وہ رک گئیں۔۔۔۔

کیوں۔۔۔۔۔۔۔گل رعنا حیران ہوئ۔۔

کیونکہ میری ماں نے جو مجھے نام دیا ھے وہ ھی جچتا تھا مجھ پر۔۔۔۔۔لہجہ میں غضب کی اداسی تھی۔۔۔

کیا نام تھا"گل رعنا بچوں کی خوشی سے بولی ۔۔۔۔۔

کلموہی کرم جلی۔۔۔۔

وہ کھوے کھوے آنداز میں بولیں۔۔۔۔۔

کلموہی کرم جلی۔۔۔۔؟اسے حیرت کا جھٹکا لگا۔۔۔

یہ بھلا کیسا عجیب و غریب نام ھے۔۔۔۔۔۔۔

یہ بھلا کیسا عجیب وغریب نام ہے۔۔۔۔۔

Its not suitable own your personality.

یہ نام تو بلکل آپ کی شخصیت پر سوٹ نہیں کرتا۔۔۔وہ بدمزہ ہوئی۔

بلکل اپنے نام کی طرح ھی تو ہوں کرم جلی اور کلموہی اپنے کرموں کی طرح اور یہ کہتے ہوئے کتنی ازیت ھوئی تھی یہ صرف وہ ھی جانتی تھی۔۔۔

یہ آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہی

گل رعنا نے حیرانگی سے کہا تھا۔۔۔

مجھے بھی سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ تمھاری طرح معصوم اور بھولی تھی۔۔اور نا سمجھ بھی۔۔

وہ چونک کر خاموش ہوئیں جیسے بھیانک خواب سے جاگی ہوں۔اور خود کو کچھ اور کہنے سے باز رکھا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اک اجنبی اور کم عمر لڑکی کے سامنے وہ کیسے اپنے راز عیاں کر سکتیں ہیں۔۔۔دل ھی دل بہت شرمندگی محسوس ھوئی تھی انہیں۔

****

پھر ان کو کچھ دیر پہلے کا منظر یاد آیا۔ کہ جب وہ پارک میں داخل ہوئی تھیں۔ کتنی تنہا اور اداس تھیں وہ۔۔۔اور بینچ پر بیٹھی وہ لڑکی گل رعنا بلکل ان کی جوانی کی تصویر لگی

تھیں۔۔۔۔۔

تم سے تمہاری اداسی اور تنہائی کی وجہ پوچھ سکتی تھی؟کچھ دیر بعد ان کی ٹھری ہوئی آواز سنائی دی تھی۔

جانتی ہیں, میں نے جب پہلی اپ کو دیکھا میرا دل چاہا کہ آپ کے کندھے پر سر رکھ کر ہر دکھ بہالوں, رودوں دل کا ہر بوجھ ہلکا کر لوں۔ وہ سب کچھ سنادوں جو اج تک کسی سے نہیں کہا۔۔ نا جانے کیوں آپ کو دیکھ کر لگتا ھے جیسے برسوں سے جانتی ھوں اپ کو۔ان کے سوال کو نظر انداز کیے وہ بہت بچکانہ اور معصومیت بھرے انداز میں کہہ رھی تھی۔

اوران کی اپنی حالت بھی گل رعنا کی سی تھی۔ان کو بھی وہ بہت اپنی اپنی لگی تھی۔۔

تم مجھ پر اعتبار کر سکتی ھو بیٹا۔انہوں نے گویا اجازت دی تھی۔اور وہ تو جیسے منتظر بیٹھی ہوئی تھی کہ کب وہ پوچھیں اور وہ سب بیاں کر ڈالے۔۔

****

چھوٹی سی تھی جب ممی کا انتقال ہوا۔ پاپا کے پاس دولت پیسہ نام و شہرت شخصیت حسن

تعلیم جوانی سب کچھ تھا۔اس لیے ان کی پرسنل سیکرٹری نے ان کے ساتھ شادی کر لی۔یہ سب جانتے ہوئے بھی کہ وہ اک بچی کے باپ ہیں۔

مجھے ان کے وقت اور توجہ کی ضرورت تھی۔چھوٹی مما تو بس نام کی مما ھے انہیں تو ۔میرا وجود بھی زہر لگتا۔وہ تو بابا کی وجہ سے مجھے برداشت کرتی ھیں۔مجھے انہوں نے کبھی گھر کا فرد نہیں سمجھا۔میں اپنے ھی گھر میں مہمان کی طرح رہتی ہوں۔اول تو سامنا نہیں ہوتا کیوں کہ وہ بابا کے ساتھ بزنس ٹور پر مصروف رہتیں۔اور اگر سامنا ہو بھی جاے تو اک نظر ڈال کر گزر جاتیں ہیں۔جیسے میں کوئی حقیر چیز ھوں۔لگثری گھر میں قیدیوں کی طرح رہتی ہوں۔بس دیواروں کو تکتی رہتی ہوں۔ھر ماہ میرا اکاؤنٹ بغیر کہے بھر دیا جاتا ھے۔اک سوتیلا بھائی ھے جسے بورڈنگ سکول میں داخل کروادیا گیا ھے۔کوئی دوست احباب نہیں۔ممی پاپا اپنی زندگیوں میں مگن۔

میری زندگی بہت بے رنگ اور پھیکی سی ھے صرف پیسہ ھی تو سب کچھ نہیں ھوتا۔۔مجھے کسی سے گلہ نہیں لیکن وہ تو میرے بابا ھیں۔میں تو ان کا اپنا خون ھوں۔لیکن اج تک کبھی دس منٹ بھی نہیں دیئے انہوں نے اپنے۔۔۔کبھی تو بابا میرے دل کا حال بھی پوچھتے۔۔لیکن نہیں انہیں تو پیسہ بنانے سے غرض ہے۔ان

کے دل جیسے پتھر کا ہو۔۔وہ باپ ناھونے کے برابر ھیں۔اس کی آواز بھر آئ تھی۔۔

دونوں ھی دکھوں کی ماری تھیں۔۔دونوں کا دکھ مشترکہ تھا۔۔۔

مگراک فرد پر گزر رہا تھا۔۔

اوراک فرد پر گزر چکا تھا۔۔

مگراک فرد پر گزر رہا تھا۔۔

اوراک فرد پر گزر چکا تھا۔۔۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

****

****

وہ توابھی جوان تھی۔بہت سے خوبصورت اور خوشگوار موڑ اسکی زندگی میں انے تھے۔بشرطیکہ بروقت کسی صیح رہنما کی رہنمائی سے وہ نارمل زندگی کی طرف پلٹ سکتی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

مگر جو خود ساری زندگی کانٹوں پر طے کرتی ارہی تھی۔

اک زخم بھرتا ناتھا کہ دوسرا زخم نڈھال کر دیتا۔مسلسل درد اور تکلیف سے گزرتی

ارہی تھیں۔ کہ جن کو کسی خوشگوار موڑ کے انے کا کوئی امکان ہی نظر نہ اتا تھا۔ وہ کس امید پر خوشی کا انتظار کرتیں؟ اک عمر تو مسلسل زخم ہوتے ہوتے گزر چکی تھی۔ اب بس زندگی کے کچھ آخری پل اور موت کے انتظار میں گزارے جانے وال دن تھے جو وہ کاٹ رہی تھیں۔

وہ خود دکھوں کا دریا عبور کر چکی تھیں۔ گل رعنا کو ان دکھوں کے دلدل سے نکالنا تھا انہیں۔ چپکے سے انہوں نے انکھوں کی نمی انگلی کے پور سے صاف کی تھی۔۔۔

کبھی کبھی دل کرتا ھے خود کشی کر لوں, یا گھر سے نکل جاؤں۔ چھوڑ دوں وہ گھر کہی نا کہی تو سکون ملے گا نا۔ سر کشی اس کے لہجے سے جھلکنے لگی تھی۔۔۔

انہوں نے دہل کر اپنا خوبصورت دودھیا ھاتھ اسکے تراشیدہ ہونٹوں پر رکھ دیا۔

نا گھر سے نکلنے کی بات کبھی مت کرنا۔ زندگی بھر نہیں کبھی نہیں۔ سنا تم نے۔۔۔ کبھی کبھی ہمارے الفاظ پر تقدیر کا لکھا مسکراتا ہے۔ ایسی باتیں قبول ھونے میں دیر نہیں لگتی۔۔۔

کسی وقت میرے منہ سے بھی ایسے الفاظ نکلے تھے جن کا خمیازہ میں اج تک بھگت رہی

ہوں۔وہ بے حد افسردہ تھیں۔۔

مم۔۔۔۔۔میں کچھ سمجھی نہیں۔

گل رعنا ٹھٹکی۔۔۔

میں تمہیں سب کچھ بتادوں گی, پھر فیصلہ تمہارا،ماضی کی گل رعنا بنوں گی یا اس سے کچھ سیکھو گی؟انہوں نے لمبی اور تھکی تھکی سانس بوجھل ہوا کے سپرد کی۔۔۔

****

****

میں بھی تاریکی میں ڈھلتی اک رات ہوں۔

فلک میں ڈوبا ماہتاب ہوں۔۔

خاموشیوں میں لرزاں اک فضا ہوں۔

میں بھی اندھیری راتوں میں بھٹکی ہوئی اک شام ہوں۔۔۔

اک ایسی تاریک رات ھوں۔۔

جب تک موت کی آغوش میں نا چلی جاؤں۔

بڑھتی ھوئی تاریکی کا قلنق ھوں۔۔۔۔۔۔

****

****

سارا دن گھر کے کام کر کر کے اس کی کمر دکھنے لگ گئ تھی۔

روٹیاں بنا کر سالن گرم کیا۔دستر خوان بچھا کر وہ کھانا لگانے لگی۔تب تک اماں ابا بھی اگے۔گل بیٹی۔۔وہ دروازے تک ھی گئ تھی کے رک گئ۔

جی ابا۔اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔

سارہ اور نومی کو بھی بلا لاؤ کھانے کیلیئے۔وہ اثبات میں سر ہلاتی مڑ گئ۔۔

وہ بڑے کمرے میں داخل ہوئی

تو حسب معمول دونوں شہزادیاں منہ چلانے کے ساتھ ساتھ فلم دیکھنے میں مگن تھیں۔

کھانے پر آپ دونوں کا انتظار ہو رہا ھے۔ابا کہہ رہے ہیں آجائیں۔

اس۔ے بمشکل امڈتے انسووں کو بہنے سے روکا۔

کیاپکاھے ؟سارہ نے بھنویں اچکائی۔

بھنڈی گوشت۔

یاہومزہ اگیا۔اس کی اطلاع پر دونوں نے خوش ہو کر ایک دوسرے کے ھاتھ پہ ھاتھ مارا

اور پلنگ سے چھلانگ لگا کر یہ جاوہ جا۔

اسنے کمرہ خالی ھوتے ھی اک نگاہ کمرے پہ ڈالی۔اور اک ٹھنڈی اہ بھری۔دس منٹ لگے جب وہ کمرے کی حالت درست کر کے نکلی تھی۔

جھوٹے منہ اس سے کسی نے کھانے کا نہیں پوچھا تھا۔اسے انتظار بھی نا تھا۔کیونکہ اس گھر میں وہی ہوناہوتا تھا جواماں چاہتیں تھی۔وہ ان عورتوں میں سے تھیں جو مردوں پہ ہاوی رہتی تھی۔

کھانے کے بعد حسب معمول چاے کا دور چلا۔تمام برتن دھونے اور کچن سمیٹنے کے بعد سارے گھر کی کھڑکیاں دروازے اور لائٹس بند کرنے کے بعد ساڑھے گیارہ بج

گئے تھے۔

فارغ ہو کر وہ چھوٹے سے سٹور روم (جو اسکا کمرہ تھا) میں آ کر اپنی اکلوتی چارپائی پر اکر لیٹ گئی۔اس چھوٹی سی جگہ پہ بس اک چارپائی کی جگہ ھی بچتی تھی۔اور اک کھڑکی تھی جہاں سے چاندنی رات میں روشنی اور ہوا آجاتی تھی۔یہ ھی اس کی کل جنت تھی۔دن کی ساری تھکن دل کی ھر بات ھر غم وہ یہاں اکر یاد کر سکتی تھی۔جہاں صرف وہ تھی کوئی ٹوکنے والا نہیں تھا۔

اج بھی تھکن اتنی تھی کہ بان کی سخت چارپائی پر لیٹتے ھی نیند کی آغوش میں چلی گئی۔۔۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

****

****

اسے وہ دن اچھی طرح یاد تھا۔جب اس کی ماں اسے چھوڑ کر ہمیشہ کے لئے چلی گئی تھی,

اک خالی پن ساتھاتب وہ نھیں جانتی تھی کہ اس نے کتنی قیمتی ہستی کو کھو دیا ہے تنہائی

کا احساس جو اس کے ساتھ پروان چڑھا تھا, بس رات کا سناٹا اور تنہائی ہوتی, اپنا سارا درد خود سے کہہ کر اس احساس کو کچھ کم کر دیتی دن اسی طرح گزرتے گئے.

ماں کے بعد باپ نے اسے سنبھالا تب وہ پانچ سال کی اک خوبصورت سی معصوم سی بچی تھی اک دن ابا نے سامان باندھا اور اسے ساتھ لیے ٹرین کے سفر سے دور دراز کے اک قصبے نما گاؤں میں لے آئے۔

****
****

انہوں نے اک عورت سے شادی کر لی تھی جس کی پہلے سے دو بیٹیاں تھیں، گھر اسی عورت کے نام سے تھا۔ وہ اپنا گھر چھوڑنا نہیں چاہتی تھی تو ابا کو مجبور آنا پڑا تھا۔

ابا نے پہلے دن ھی ڈ مجھا دیا تھا کہ وہ عورت تمہاری ماں ھے اور دونوں لڑکیاں تمہاری بڑی بہنیں ھے۔ وہ۔ انہی کے ساتھ سکول اور۔ مدرسہ جایا کرتی تھی، اماں اس سے بات چیت نا کرتی اور نا وہ دونوں بہنیں اسے منہ لگاتی۔

اسی طرح وہ بڑی ھوتی گئ۔ گھر کا سارا کام اماں نے اس کے ذمہ لگا دیا تھا پڑھائی کے

ساتھ گھر کے سارے کام سنبھالنا آسان نا تھا یہ عمر تو اسکے کھیلنے کودنے کی تھی۔

وہ تینوں ماں بیٹیاں اسکے کاموں میں کیڑے نکالتی۔اور بات بات پہ جھاڑ دیتی تھیں۔

ہر کام خود بخود اس کے ذمہ پڑتے گیا۔وہ خاموشی سے سب کچھ سہتی رہی۔باپ سے کبھی شکایت نا کی۔ کبھی کوئی فرمائش نا کی۔باپ دکان سے شام کو گھر اتا تو دونوں بہنوں کی نت نئی فرمائشیں ار وضد پوری کرنے میں لگ جاتا۔وہ سوتیلی بیٹیوں کے لاڈ اٹھانے میں اتنا مصروف ہو گئے تھے کہ اپنی سگی اولاد کو بھول۔گئے تھے۔

عید بقر عید پر انہیں خیال آجاتا تو اک جوڑا دلا دیتے۔۔

کبھی کبھار ابا اماں کو ڈانٹتے دیکھے تو ماں وضاحت دینے بیٹھ جاتیں کہ بیٹی کل کلاں کو اگلے گھر جاے گی۔میں نا طریقہ سلیقہ بتاوں گی تو کوئ بہر سے تو نااے گا سمجھانے۔۔اور ابا نہال ھو جاتے کے سوتیلی ماں ہونے کے باوجود کتنا سوچتی ھے میری بیٹی کے بارے میں۔گل رعنا ھو بہو ماں پر گی تھی سانچے میں ڈھالا وجود, سرخ و سفید رنگت, دلکش نقوش جیسے عظیم مصور کا حسین شاہکار کچھ اس کی سادگی نے اسے وقار بخشا تھا۔

وہ۔ان بہنیں اسکی اور معصومیت سے جلتی رہتی تھیں۔سارہ اور نومی اچھی خاصی شکل و صورت کی تھیں پر پھر بھی گل کی خوبصورتی کے اگے سب بے سود تھا۔

جوان ماں بیٹیوں سے برداشت نا ہوتا تھا۔۔

دونوں بہنوں نے بی اے کر لیا۔ تو گل رعنا کو گھر بٹھا دیا۔۔

کہ تمہارے لیے انٹر ھی کافی ھے۔ابا کیا بولتے اماں کے دلائل شروع ہو گئے۔ کہ گل خوبصورت ھے کل کو کچھ ایسا ویسا ھو گیا

تو لوگ مجھے ھی کوسی۔گے کہ سوتیلی ماں دیکھ بھال نا کر پائی۔میرے ساتھ گھر رھے گی تو گھر داری سیکھ جائے گی۔۔ابا کیا بولتے ماں کی ھاں میں ھاں ملا گئے۔۔اور میں بزدل لڑکی کیا زبان کھولتی چپ چاپ سہہ گئی۔

ہاں دل میں ٹھیس اٹھی تھی۔کہ

تھوڑی دیر کی جو سکون امیز زندگی درکار تھی اج سے وہ بھی بند۔۔۔۔۔۔

اماں مجھے یہ گلابی رنگ کا جوڑ بہت پسند ھے۔یہ میں لے لوں۔پلیز میری پیاری اماں۔سارہ پیار بھرے انداز میں بولی۔۔

ھاں ھاں لے لو۔ ویسے بھی تم دونوں کے لیے رکھیں ھیں۔ دونوں کے جہیز کا سامان جو جمع ھو رہا تھا۔ وہ وقتاً فوقتاً سامان کو نکال کر ترتیب دیتی رھتی تھی۔ اور مزید سامان سمیٹ کرر کھ دیتی تھی۔

کتنی اچھی ھے اماں اپ۔ اس نے خوشامد کی۔ اماں دھیرے سے ہنس دی۔

گل رعنا کمرے میں داخل ہوئی۔ کپڑوں سے ہوتی ہوئی نظر اس کی اماں پر پری۔

اماں کھانا تیار ھے۔ وہ عاجزانہ انداز میں بولی۔۔

تمہارے ابا اتے ہوں گے، ساتھ ھی کھالیں گے۔ وہ تہہ شدہ کپڑے صندوق میں رکھنے لگی۔ گل سر ہلاتی واپس مڑی۔۔۔

اماں، سارہ پر سوچ انداز میں اماں کو مخاطب کرتے ہوئے بولی۔ اسکی نظریں دروازے پر تھیں جہاں سے گل ابھی گزر کے گئی۔،، ہوں،، وہ ہنوز اپنے کام میں لگی رہیں۔

اماں کیوں نا اپ گل کو سلائی سینٹر میں داخل کروادیں۔ اس سے ایک کام ھو گا گھر کا ٹیلر ھو گا۔ تو کپڑے بھی گھر پہ سلائی ھو جائں گے اور پیسے کی بھی بچت۔ کیوں کیسا لگا میرا خیال۔۔

اماں تو سارہ کی بات سن کر کھلکھلا اٹھیں کہ یہ بات پہلے میرے دماغ میں کیوں نا آئی۔ بات تو میرے دل کو لگی ھے سارہ تو اتنی سمجھدار کب سے ھو گی کہ مشورے دینے لگو۔۔۔اماں نے اس کی بات سے اتفاق کیا اور اسکی عقل پر شک کا اظہار بھی کیا۔۔

بس دیکھ لیں اپ ہی کی بیٹی ھوں۔

ھاں ھاں وہ کلموہی ھر کام بھی تو اتنے سلیقے سے کرتی ھے آخر۔

کل ھی اسے سلائی سینٹر میں داخل کروا کر اوں گی۔۔۔انشاءاللہ اماں نے دل ھی دل میں تہیہ کیا۔۔۔۔۔۔

****

****

تین دن کی مسلسل بارش کے بعد نکھری نکھری صبح نمودار ھوئی۔ نکھرے نکھرے آسماں پر بادل بہت ھی بھلے لگ رھے تھے۔۔دسمبر کی ٹھنڈی روشن صبح میں سورج کی کرنیں چار سو پھیل رہی تھیں۔ قدرت کے نظاروں کا حسین امتزاج

تھا۔۔گل زرد سوٹ میں ملبوس زرد گلاب کا گمان لگ رھی تھی۔اس پر، چھوٹی دیوار سے ٹیک لگاے، وہ اس خوبصورت منظر کا حصہ لگ رہی تھی۔۔

اسکا اداس حسن اس کے چہرے کی دلکشی کو مزید نکھار رہا تھا۔۔

ملکہ عالیہ!!

اماں کے طرز مخاطب پر وہ اک دم اچھلی تھی۔۔

کچن میں ہزاروں کام منتظر پڑے ھیں اور اپ موسم سے لطف اندوز ہو رہی ہیں۔۔۔

اج مہمان ائں گے یاد ھے تمہیں،،وہ برس پڑی تھیں۔۔

جی اماں مجھے یاد ھے، میں سب سنبھال لوں گی،،وہ قدرے سنبھل کے بولی۔۔۔۔

اماں نے اس کے شگفتہ چہرے سے نظر ہٹائ۔

کمبخت ایسا حسین چہرہ کہ نظر نا ہٹے۔۔ساری خوبصورتی اس ماں، بیٹی پہ ھی ختم ہونی تھی۔یہ کلموہی میری بیٹیوں کا نصیب ضرور کھا جاے گی،اس کے حسن کے سامنے بھلا میری بیٹیوں کی خوبصورتی کو کون گھاس ڈالے گا۔۔

،،اور ہاں تمہیں مہمانوں کے سامنے انے کی کوئی ضرورت نہیں ہے،، سمجھ گئ؟انہوں

نے اسے باور کروانا چاہا۔ گل نے سر اثبات میں ہلا دیا۔

پھر وہ مڑ گئیں، جاتے جاتے ان کی بڑبڑاہٹ واضح گل کے کانوں سے ٹکرائی تھی۔۔

خدا جانے کیا روگ لگے ھیں، اسکے دل میں جو ہر وقت سوگوار صورت لیے رھتی ھے۔ لگتا ھے جیسے اس پر بہت ظلم ہو رھا ہو۔۔ ڈھکوسلے۔۔ اس کی رونی اور اتری ھوئی صورت جو بھی دیکھے گا اسکا شک تو مجھ پہ ھی جائے گا کہ سوتیلی ماں بہت ظلم ڈھاتی ھے۔۔۔ اس کی خوبصورت جھیل سی آنکھیں پانی سے لبریز ہو گئی تھی۔

****
****

کچن میں وہ کھڑی برتن دھو رہی تھی، اماں اور مہمانوں کی اندر سے آوازیں ارھی تھیں

باجی پانی۔۔ مجھے پیاس لگی ھے۔ گل بچے کی آواز پر پلٹی، کچن کے دروازے پر اک پانچ سال کی گول مٹول بچی کھری تھی۔ اس نے بے ساختہ بچی کے گال کو چھوا۔۔

ابھی پانی مل جائے گا۔ گل نے بچی کو مخاطب کیا اور پلٹ کر فریج سے پانی کی بوتل نکالتی پانی گلاس میں انڈیلنے لگی۔ کہ اسی اثنا میں ایک اڈھیڑ عمر کی عورت بچی کو ڈھونڈتی وہاں

ائی۔جوں ھی گل پر نظر پڑی تو وہ ٹھٹھکی اور بے ساختہ ان کی زبان پر سے ماشاءاللہ نکلا،

کتنی فرصت سے بنایا ھے اوپر والی ذات نے تمہیں۔حسن اور معصومیت کوٹ کوٹ کر

بھری ھے۔اور انہوں نے گل رعنا کی پیشانی پر پیار کیا تھا۔۔۔۔

حسن کو جس نام سے پکارو کیا فرق پڑتا ہے تیری ماں نے تجھے کیا نام دیا ھے بیٹا۔عجیب

عقیدت بھرہ لہجہ تھا۔۔

جی میرا نام گل رعنا،،کیا خوبصورت نام دیا ھے اس خوش بخت نے تمہیں۔عورت نے

محبت بھرے انداز میں بولا۔

عمران صاحب کی بیٹی ھو تم؟وہ انکار کرنا چاہتی تھی کیونکہ اسکی ماں نے سختی سے بولا تھا

لیکن وہ چاہ کر بھی جھوٹ نا بول پائی اور اثبات میں سر ہلا دیا۔

مہر النساء نے اتنا انمول موتی مجھ سے چھپایا۔

(ھاں خوبصورتی کو سب کی نظروں سے چھپا کے ہی تو رکھا جاتا ھے۔حسن پردے میں

ھی تو اچھا لگتا ڈھپا چھپا ہر دیکھنے والی آنکھ سے اوجھل)

گل رعنا کی کچھ سمجھ میں نا آیا۔

گھر جاتے ھی عمران اور مہر النساسے بات کروں گی کہ یہ انمول موتی میری جھولی میں ڈال دو۔یہ سنتے ھی گل کا رنگ فق ہو گیا۔اور وہ سکتے کی حالت میں عورت کو جاتا دیکھتی رہی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

کیونکہ اگے اس پہ کیا پہاڑ گرنا تھا سوچتے ہوئے وہ کانپ کے رہ گئ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

****

****

جاتے ھی اس عورت نے فون پر دھماکہ کر دیا کہ وہ گل رعنا کو اپنی بیٹی بنانا چاہتے ہیں،اسے جو دھڑ کا لگا ہوا تھا،اخر وہی ہوا۔۔

اماں نے گل رعنا کو مجرم گردانتے ہوئے کٹھرے میں لا کر کھڑا کر دیا تھا۔وہ ابا کے پاس ھی صوفے پر بیٹھی تھی،سامنے والے صوفہ پہ اماں سر پکڑے بیٹھی تھیں۔

اس کو کیا ضرورت تھی خالدہ کے سامنے انے کی میں نے منع کیا تھانا،کہ وہ سارہ کے سلسلے میں ارہی ہے،یہ کالی بلی رستہ کاٹ گئ،میری بیٹی کا،،غصے کی وجہ سے انکے منہ

سے جھاگ نکل رہا تھا۔

منحوس،ڈائن،جب سے اس گھر میں ائ ھے،میری بیٹیوں کے لیے مسلسل اذیت بن گی ھے،وہ اپنے غصے کو ضبط نہیں کر پائ تھیں۔گل کسی مجرم کی طرح سر جھکاے بیٹھی تھی۔

گل بیٹی !جب ماں نے تمھیں منع کیا تھا تو تم مہمانوں کے سامنے کیوں ائ تھی،وہ خود کچن میں ائ تھیں میرے پاس،ابا۔یں نے یہ سب کچھ جان بوجھ کر نہیں کیا,ابا میرا یقین کریں.وہ ملتجی لہجے میں بولی آخر میں ضبط کرتے ہوئے بھی رو پڑی۔

جھوٹ بولتی ہے اسے الہام ہوا تھا کہ کچن میں شہزادی صاحبہ براجمان ہیں جو وہ تمھاری راہ ل کچن تک چلی آئیں مکار۔اماں میں صحیح کہہ رہی ہوں۔

گل منمنائ مگر اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی اماں کی گھوری نے ہی اس کی بولتی بند کر دی۔ منع کر دیں ان لوگوں کو اس سے بڑی دو بیٹیاں ہیں ھماری ھم پہلے ان کی شادی کریں گے غضب خدا کا کیا زمانہ آ گیا ہے۔اماں نے ابا سے بات کرتے ہوئے اسے بھی گھوری سے نواز ناضروری سمجھا ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اسے کچا چبا ڈا لے۔

www.neweramagazine.com

تو کیا ہماری شکلیں دیکھ رہی ھے چل دفعہ ہو یہاں سے۔میسنی کہی کی۔امں نے آنکھیں نکال کر کہا تھا۔

وہ اٹھی اور مرے مرے قدم اٹھاتی اپنے کمرے میں اگئ۔

تھوڑی دیر بعد ابا بھی اٹھ کر چل دیئے۔تو اماں نے صوفہ کے ساتھ پشت لگاتے ھوے انکھیں موندلیں۔۔۔

کیا کیا نا سوچا تھا کہ میری سرہ رانی بن کے رہے گی۔عیش کرے گی پر نا اس کم جلی نے کالی بلی کی مانند رستہ کاٹ لیا۔

کمبخت کہی کی ھے بھی بلا کی حسین منحوس ماری۔۔اماں نے ٹھان لیا تھا کہ اس بلا کو راستے سے ہٹانا ھی پڑے گا۔ورنہ یہ مصیبت راستے کا روڑا بنے رہے گی۔

ابا نے خالدہ بیگم کو منع کر دیا تھا، تین چار بار وہ فون کر چکی تھیں۔ان کو قائل کرنے کیلیے، مگر ان کی ناہاں میں نا بدلی۔

لیکن خالدہ بیگم، کسی صورت بھی گل رعنا جیسے قیمتی ہیرے سے دستبردار نہیں ہونا چاہتی تھیں۔

انہیں اک بسر پھران کے گھر انا پڑا تھا۔گل امس کے ڈر سے چھت پر چلی گئ تھی۔کہ وہ مہمانوں جا سامنا نا کر پاے۔

دو گھنٹے کی طویل میٹنگ کے بعد دونوں فریق ایک دوسرے کو اپنی بات ماننے پر قائل نا کر پائے تھے۔وہ اٹھ کھڑی ہوئیں تو دونوں انہیں دروازے تک چھوڑنے اے کہ لاکھ دل برا سہی لیکن مہمان نوازی کے بھی کچھ اصول ہوتے ھیں۔

دروازے تک جا کر خالدہ بیگم پلٹی۔

میں سس امید پر جا رہی ھوں کہ ائندہ بھی اس دروازے پر بھی گل رعنا کیلئے دستک دوں گی۔کہ جب تک اپ کی دونوں بڑی بیٹیوں کی شادی نا ھو جائے۔تب تک انتظار کروں گی،اس خوش بخت کو میرے ھی گھر کی زینت بننا ھے۔اپ لوگ بیٹی والے ھیں میں اپکا درد سمجھ سکتی ہوں۔لیکن میری بھی مجبوری ھے۔میرا دل گل بیٹی کی سادگی سے اچاٹ نہیں ھوتا۔میں معافی چاہتی ھوں اپ سب کی اگر دل آزاری ہوئ ہو تو یہ کہتے وہ دروازے کو عبور کر گئ تھی۔۔۔

ابا تو خالدہ بیگم کے بات چیت کے انداز میں کھو گے تھے کہ پہلی بار انہیں گل رعنا کے باپ ہونے پر فخر محسوس ھوا تھا،

مگر مہرالنساجل بھن کر رہ گئ تھی۔۔گل کا اک بال بھی تمہیں دیکھا دیا، تو میرا نام مہرالنسا نہیں۔۔خالدہ بیگم،،ہونہہ ائ گل رعنا کی طلب گار بن کر۔۔۔۔۔

****
****

گل تو اماں کو پہلے ھی کھٹکتی تھی۔اب تو مزید زہر لگنے لگ گئ تھی۔ کبھی برا بھلا کہہ کر بھڑاس نکالتیں، تو کبھی دو تھپڑ لگا دیتی۔وہ بیچاری تو پہلے ھی مشکل میں تھی،اب تو اماں نے اس کی ناک میں دم کر کے رکھ دیا تھا۔

وہ معمول کے مطابق کام کرتی، سلائ سینٹر جاتی،اور پھر واپس اکر خاموشی سے اپنے کاموں میں جت جاتی۔۔

کچھ روز سے اسے محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے کوئ اسکا پیچھا کر رہا ھے۔یا ہو سکتا یہ اسکا شک ہو۔۔۔۔۔

****
****

اسکی زندگی پہلے ھی بہت مشکلات تھیں۔اسلیے وہ کوئی نیا وہم نہیں پالنا چاہتی تھی۔اسلیے وہ مطمئن ہو کر سلائی سینٹر جاتی،اور تندہی سے اپنے کام کو سرانجام دیتی۔

اج بھی واپسی پر وہ نظریں جھکائے،ناک کی سیدھ میں چل رہی تھی کہ اسکی چھٹی حس نے خطرے کا الارم بجایا۔

اسنے اپنے بائیں سائیڈ پر گردن موڑ کر دیکھا،مردانہ سلیپر میں مقید قدم اسکا پیچھا کر رہے تھے۔اسکے پیروں تلے جان ھی نکل گئ۔خوف کی زیادتی سے اسکی جان پر بن آئی تھی۔

وہ بھاگنے کے انداز سے تیز تیز چلنے لگی۔اسے ایسے لگا کے پیچھے سے دو ہاتھ اسکی جانب بڑھ رہے ھے۔اور اسکی گردن دبوچ لیں گے۔۔

اسنے اک قسم کی دوڑ لگا دی تھی۔اور سانس گھر کے دروازے پر اکر لیا تھا۔اسنے جلدی سے گیٹ کھولا اور سیدھی اپنے کمرے میں اکر دم لیا۔

اسنے خود پر قابو پانے کیلیئے لمبے لمبے سانس لئے کہ آخر اسکے ساتھ ہو کیا رہا ھے۔وہ خود سے ھی الجھ رہی تھی۔لیکن کوئ سرا ہاتھ نہیں لگ پا رہا تھا،،،،

****

****

تین دن چھٹی کرنے کے بعد آج وہ اپنے دل کو تسلیاں دیتے ہوئے سینٹر جانے لیے تیار ہوئی تھی۔ وہ اس بات کو ذہن سے جھٹک دینا چاہتی تھی۔ اور اپنے دل کو سمجھا رہی تھی، کہ کوئی راہ گزر بھی تو ہو سکتا، ضروری تو نہیں کہ کوئی میرا ھی پیچھا کر رہا ہو۔ میرا وہم بھی تو ہو سکتا۔ لازمی تو نہیں کے کوئی میرا پیچھا کرے۔۔۔

سینٹر میں اپنی ساتھیوں کے ہمراہ کام میں مصروف رہی اور وقت گزرنے کا پتہ بھی نس چلا۔۔

واپسی پر اسے لگا جیسے کسی نے اسے مخاطب کیا ہو، اسنے اپنا وہم سمجھا، وہ دو قدم آگے بڑھی تھی کہ کسی مرد کی پکار پر اس کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا تھا۔۔۔

پھر جو اسنے دوڑ لگائی تو سیدھا اپنے کمرے میں جا کر دم لیا۔

بستر پر بے دم سی ہو کر ڈھے گئی۔ اور پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔۔

،،اے میرے اللہ مجھے کسی مشکل میں نا ڈال، میں بہت بزدل ہوں کس نئی آزمائش میں

ناڈالنا،میرے اللہ تومیری مدد فرما،میں بہت بے بس اور تنہا ہوں، تیرے سوا کوئی نہیں میرا،بس تیرا ہی اسرا ھے،میرے مولا مجھے اور کسی پریشانی میں ڈالنا،اے میرے مالک تیرے رحم و کرم پہ ھوں میں۔۔

وہ ہچکیوں سے رو رہی تھی۔۔۔

****

****

اسے ایک ہفتہ ھو رہا تھا وہ سینٹر نہیں جا رہی تھی۔ مسلسل اک خوف تھا،جو اسے اپنے حصار میں لیے ھوا تھا،

اک انجانے سے خوف سے وہ رات کو سوتے ہوئے ہڑبڑا کر اٹھ جاتی تھی،اور پھر تنہائی،اندھیرے اور خوف کی وحشت سے رونے لگ جاتی تھی،کوئی ہمدرد بھی نا تھا اس گھر میں اسکا،نا سگی ماں تھی کہ جس کے کندھے پر سر رکھ کر وہ اپنا دکھ عیاں کر پاتی،سوتیلی ماں اور بہنیں تو اس کے وجود سے بھی نفرت کرتیت تھیں،انہیں کہاں کچھ بتلا سکتی تھی وہ بیچاری،سوائے اوپر بیٹھی اک ذات کے اور تھا ھی کون اسکا۔۔۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

،،،مہارانی صاحبہ !!!!

میں پوچھ سکتی ہوں،

کہ اپ اتنے دنوں سے سلائی سنٹر کیوں نہیں جارھی ؟؟؟

وہ بیچاری پہلے ھی خوفزدہ بیٹھی تھی،ان کی گرجدار آواز سے کانپ اٹھی تھی۔۔۔

ایسے کیا دیکھ رہی ہو تم سے پوچھ رہی ھوں،دیواروں سے نہیں،،وہ گل پر گرجی تھیں۔۔

اور گل بس ائیں،بائیں،شائیں،وہ۔۔۔میں۔۔وہ کر رہی تھی،اسے سمجھ نا ایا کے وہ کیا کہے،

اے لڑکی زیادہ میں،میں نا کر،اتنی معصوم نہیں ھو تم جتنی بننے می کاشش کرتی پھرتی ھو۔۔سیدھے سے بول کیوں نہیں رھی۔

جو سدا کی بزدل تھی،اور چاہ کر بھی اپنی سوتیلی ماں کو حقیقت نہیں بتا سکتی تھی

اور اماں کو غصے میں دیکھ کر زبان بھی نا ھل پا رہی تھی،وہ کوئ بہانہ بنانے سے بھی گئ،،اماں کا کیا تھا غصہ میں ہاتھ اٹھانے سے بھی دریغ نا کرتی تھیں۔۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وہ اماں،،، معاف کر دیں، اس کا گلا رندھ گیا،

ھاں معاف کر دوں مہارانی کو، اور جوتا پکڑے انہوں نے نا او دیکھا اور نا تاؤ،، اور جوتا

اٹھا کے اس کی کمر میں جڑ دیا، او وہ درد سے کراہ اٹھی۔

اماں بس اپنی دھن میں اس کی معافی کی دلیل بھی نا سن پا رہی تھیں،

نا یہ مفت میں نہیں جاتی تم سلائی سنٹر، فیسیں بھرتی ھوں میں، سلائی سنٹر والے

تیرے رشتے دار ھیں جو مفت میں کام سکھائیں تجھے۔۔

تیرے بوڑھے باپ کی خون پسینے کی کمائی ھے۔ جس سے میں فیس دیتی ہوں

تیری۔ اور تو حرام کر رہی ھے کلموہی۔۔۔۔

کوئی احساس نہیں تجھے کہ دن رات تیرا بوڑھا باپ محنت کرتا،

اج کے بعد تمہیں موت بھی اجائے تو تم چھٹی نہیں کرو گی۔۔ ورنہ تیری ہڈی پسلی اک

کر دوں گی پھر بیٹھی رہی گھر۔۔

منحوس ماری۔۔۔

معاف کر دیں اماں مجھے ائندہ نہیں کروں گی ایسے وہ بچوں کی طرح بلک رہی تھی۔۔

چل مریہاں سے منحوس سب جانتی ہوں تیرے ڈرامے،میسنی ماں کی میسنی

اولاد۔اور وہ ہاتھ سے جھٹکتے ھوے کمرے سے چلی گئ تھیں۔

اور گل بنا آواز کئے اپنی بے بسی کا ماتم کررتی رہ گئ۔۔۔۔

اور گل بنا آواز کئے اپنی بے بسی کا ماتم کررہی تھی۔۔

****

****

سلائی سینٹر سے واپسی پر مرے مرے قدموں سے واپس ارہی تھی۔

،،،،،ایکسکیوزمی مس،،،،

گل رعنا کے پاؤں زمین نے جکڑ لیے،مگر وہ پلٹی نہیں تھی۔اس سے پہلے کے وہ ڈر کر دوڑ لگاتی،کوئ اس کی راہ میں حائل ہو کر بلکل اسکا راستہ رو کے کھڑا تھا۔اک لمبے چوڑے مرد کو اپنے سامنے کھڑا دیکھ کر اس کے رہے سہے اوسان بھی خطا ہو گئے۔۔

مجھے اپ سے بات کرنی ھے،اور اپ ھیں کہ مجھے دیکھ کر ایسے بھاگ جاتی ھیں جیسے میں کوئی جن یا بھوت ہوں۔

وہ احترام سے اسے دیکھتے ہوے بولا۔ جیسے برسوں کی شناسائی ہوانکے درمیان، گل سوکھے پتے کی طرح لرز رہی تھی، اس شخص نے پہلے اسکا پیچھا کیا، پھر اسے مخاطب کیا، اور اب اسکا راستہ روکے کھڑا تھا۔۔

وہ کترا کے اسکے دائیں پہلو سے نکلنا چاہ رہی تھی۔ وہ بھی

مستعدد کھڑا تھا، جیسے ھی وہ اک قدم آگے آیٔ، اس نے اپناہاتھ پھلا کر گل رعنا کے فرار ہونے کے سارے راستے بند کر دیے تھے۔ وہ اس شخص کی جرات پر ششدر رہ گئ۔۔۔۔۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اج اپ میری بات سنے بنا نہیں جاسکتیں، اسکا لہجہ حتمی لیکن لہجہ نرم تھا۔

گل نے اک لحظے کو نگاہیں اٹھائیں اور اس شخص کی طرف دیکھا۔ جانے ان آنکھوں میں کن جذبوں کی لودیتی چمک تھی، اسکی نظریں جھک گیٔ۔

پلیز ریلیکس۔۔۔۔۔

مجھ سے اتناخوفزدہ ہو کر اپ مجھے میری نظروں میں گرا رہی ھیں، میں اپ ہی کی طرح کاانسان ہوں، اس مے گل کا خوف کم کرنا چاہا،

پلیز میرا راستہ چھوڑیں، بالا خر اس نے لب کشائی کی اس کی کیفیت رو دینے والی تھی، وہ مسکرایا۔

،، مگر میری بات سنیں بغیر اپ نہیں جا سکتیں۔ اسکے ہونٹوں پر بڑی دلفریب مسکراہٹ تھی۔ جیسے کے اسکی حالت پہ محفوظ ہو رہا ہو،

اس سے پہلے کے ان دونوں کے درمیان مزید بات ہوتی، اسکا موبائل بج اٹھا، وہ اس سمت متوجہ ہوا، گل جو فرار کے راستے تلاش کر رہی تھی، اس موقع سے فائدہ اٹھاتے وہ اسکے دائیں پہلو سے نکل گئی، مبادا وہ شخص پھر سے اسکا راستہ نا روک لے۔ وہ موبائل بند کر کے جیسے ھی پلٹا، گل رعنا اس کی دسترس سے کافی دور جا چکی تھی، وہ اس کی حرکت دیکھ کے ہنس دیا تھا،

بزدل ڈرتی تو ایسے ھے کہ جیسے میں کوئی جن ھوں، جو سالم نگل لوں گا ڈرپوک کو،،

پل پل دور ہوتی گل کی پشت کو گھورتے ہوئے وہ خود سے

مخاطب ہوا۔

،، کیسے اس سے پوچھوں کہ کیا دکھ ہے اس معصوم لڑکی کو۔

یہ اپنی چھوٹی سی چار دیواری چھت پہ تنہا کھڑی، دور افق کے پار کس شے کو کھوجتی رہتی ھے، اتنی اکیلی کیوں ھے؟ اتنی تنہا اور خوفزدہ کیوں رہتی ھے؟

وہ لمحہ،،، کہ جس نے مجھے اسکے سادہ اور معصوم حسن کا اسیر کیا،، میرے دل کے گرد ہالے کی صورت میں لپٹا ہوا ھے، جو مجھے اس لمحے سے نکلنے نہیں دیتا،

بارش کے بعد کی دھلی ہوئی فضا

اور بادلوں ڈے گھرا ہوا آسمان ہر چیز دھلی دھلی سی انکھوں کو بھلی لگ رہی تھی تب ھی میری نظر چھت پر کھڑی حسین مورت پر گئی۔ جس پر نظر پڑتے ھی میری دنیا ھی بدل۔ گئی۔

قدرت کے حسین مناظر کے درمیان وہ پیاری لڑکی بلکل اسی حسین منظر کا حصہ لگ رہی تھی۔۔۔ کیسا مکمل منظر تھا جسے دیکھتے ہوے عمر بیت جائے۔ نادل بھرے،،، اور نا نظر،،،

اور اسی دن میرے دل نے یہ فیصلہ کر لیا تھا، کہ اس کو اپنانا ھے، اسکے دکھ کو دور کرنا ھے، اس معصوم سے چہرے پر چھائی ہوئی اداسی کا ہمیشہ کے لے خاتمہ کرنا ھے،، اس

کے دکھ کھوجنے ھیں،اس کے سارے انسو اپنے ہاتھوں سے چننے ھیں،،وہ خیال کی دنیا سے لوٹا تو وہ منظر سے غائب تھی، سر جھٹک کر اپنے راستے پر چل پڑا۔۔

****
****

میرا سگا چچازاد بھائی ھے عثمان، چار بچے ھیں بیوی مر گی ھے،اک اچھی اور غمگسار بیوی کی ضرورت ہے جو اچھی ہو اور اسکے بچوں کو پالے،اسکے بچوں کو ماں کا پیار دے،، گھر بار اپنا ھے یہ بزنس مین ھے کسی چیز کی کمی نہیں ھے۔بس عمر ھی تھوڑی بڑی ھے۔تو یہ کوئی عیب نا ہوا۔اگر مرد کماؤ ہو تو عمر سے کیا فرق پڑتا ھے۔ سمجھدار ھے کھاتا پیتا گھرانہ ھے میری مانیں تو رحمان صاحب اپنی گل کے لئے ہاں کر دیں، لڑکا سمجھدار ھے،اپنی گل عیش کرے گی، رحمان صاحب کو سوچ میں پڑتا دیکھ کر انہوں نے مزید اضافہ کر دیا۔

عثمان بھائی کو بھی گل بہت پسند ھے، سلجھی ہوئی، سلیقہ شعار، خدمت گزار،، بہت خوش رہے گی ہماری گل۔۔۔

رشتوں کا حال تو اپ دیکھ ھی رہے ھیں سرہ اور نومی کے لئے لوگ اتے ھیں گل کو پسند کر جاتے ھیں۔ گل خیر سے اپنے گھر کی ھو گی تو میں بھی سکون کا سنس لوں گی۔ ھے بھی تو بہت حسین کب تک اس کی ذمہ داری سر پر اٹھاوں گی۔ مکھ بڈھی سے اب مزید نا ھو پاے گا۔

اور اپ بھی اتنا نا سوچیں۔۔ عثمان ہیرا ھے ہیرا۔ لوہا گرم دیکھ کر انھوں نے مزید ضرب لگائ تھی۔۔

گل رعنا کے ہاتھ میں چاے کی ٹرے لرز کے رہ گئ۔۔

مگر مہر النسا گل رعنا تو ابھی بہت چھوٹی ھے۔ بہت کم عمر ھے، میرا دل نہیں مانتا، ابا کی کمزور سی اواز سنائ دی۔۔

عثمان بھائ کو کوئ جلدی نہیں، اپ کو جتنا سوچنا ھے سوچ لیں، ایسا رشتہ پھر نا ملے گا۔۔ اگر وہ میری بچیوں میں سے کسی کا نام لیتے تو میں بغیر سوچے ہاں کر دیتی، مگر ہک ہا میری بچیوں کے نصیب ایسے بخت کہاں۔۔

گل میں اور مشید سننے کی صلاحیت ناں تھی وہ بھاگ کر اپنے چھوٹے سے کمرے میں

ائی۔۔

یااللہ یہ کیسی آزمائش ھے، کیا کروں میں جن کی مائیں نہیں ہوتی تو کیا وہ میری طرح زندگی گزارتی ھیں۔ کیا میں اسکی ھی حقدار ہوں اے میرے اللہ میرا قصور کیا ھے اخر وہ پھوٹ پھوٹ کے رودی تھی۔۔

اور وہ عثمان ماموں انہیں ذرا شرم نا ائی میرا رشتہ مانگتے ھوئے ان کے سامنے بڑی ہوئی ہوں میں۔۔۔اور ابا ابا کو درمیان میں ھی ٹوک دینا چاہیے تھا اماں کو پر ابا نے تو اف تک نا کی اماں کی بات سن کر۔۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اور وہ بلک بلک رو دی تھی۔۔۔۔

بن ماں کے یہ دنیا نہیں سمجھتی کسی بھی بیٹی کا دکھ۔ماں کیوں چلی گئیں مجھے اکیلا اس دنیا میں چھوڑ کر لاوارثوں کی طرح کوی نہیں ھے میرا اپنا یہاں کوئی بھی نہیں وہ سسک رہی تھی شکوہ کر رہی تھی اپنے رب سے اپنے وجود پہ۔اخر کو اللہ کے سوا اس کا دکھ سننے والا اور تھا بھی کون،،،،

ΔΔΔΔΔΔΔΔΔΔΔΔΔΔΔΔΔΔΔΔΔΔΔΔΔΔΔΔΔΔΔΔΔΔ

اج وہ پھر اسکے رستے میں درخت سے ٹیک لگائے منتظر کھڑا تھا۔اس پر نظر پڑتے ھی وہ

بیتابی سے پاس ایا تھا۔

پلیز اپ سے ریکویسٹ کرتا ہوں۔

میری بات سن لیں۔ پلیز مجھ سے خوفزدہ مت ہوں، میرا مقصد ہر گز اپ کو نقصان پہنچانا نہیں ھے، وہ عاجزی سے درخواست کر رہا تھا،

مگر مجھے اپ سے کوئی بات نہیں کرنی، میرا راستہ چھوڑیئے، اسکے ماتھے سے پسینے کے قطرے نمودار ہوئے تھے, وہ خود کو بہادر ثابت کر رہی تھی، مگر وہ کر نہیں پا رہی تھی، وہ مسکرایا،

کل اپ مجھے چکمادے کے بھاگ گیئں تھیں مگر آج نہیں۔ اج اپ میری پوری بات سنے بغیر نہیں جا سکتیں، وہ شریر ہوا۔

پلیز کوئی دیکھ لے گا، راستہ چھوڑیں میرا، کتنی ظالم ھیں اپ، وہ بے ساختہ شکوہ کر گیا،

جی ایں؟،،، گل نا سمجھی والے انداز میں بے ساختہ اسکی طرف دیکھا، جانے ان آنکھوں میں ایسی کیا بات تھی، کہ وہ بے ساختہ آنکھوں کو جھکا گئی۔ اس شخص سے گل کا یہ انداز چھپا نا رہ سکا۔

اپ کو خدا کا واسطہ میرا راستہ چھوڑ دیں، میں پہلے ھی بہت مشکل میں ھوں مہربانی کر کے میری مشکلات میں اور اضافہ مت کریں، گل کی آواز کوشش کے باوجود بھرانے سے نارہ سکی۔

وہ اس کی مشکلات کی نوعیت جاننا چاہتا تھا، مگر مقابل وہ لڑکی تھی، جو اسکے فل کو سننے کو تیار نا تھی، کجا کے اپنی مشکلات بیاں کرتی،،،

یہ میرا کارڈ ھے، رکھ لیں، شاید کبھی ضرورت پڑ جائے، میں منتظر رہوں گا،اپ کی ہر مشکل میری ھے،اس نے کارڈ اگے بڑھایا۔

گل نے ناچاہتے ہوے بھی ہاتھ بڑھا کر کارڈ لے لیا، وہ اسکے رستے سے ہٹ کر اک طرف ہوا،

گل آہستگی سے بڑھی۔اسکے پاس سے گزرتے ہوئے گل رعنا کی سماعتوں سے اسکی سرگوشی ٹھکرئ تھی۔

ان میں نے تہیہ کر لیا تھا کہ میں آج اپ سے اپنی ہر دل کی بات کہہ ڈالوں گا اور اپ کو تب تک جانے نہیں دوں گا جب تک اپ میری کیفیت سمجھ نہیں جاتیں۔ لیکن اپ

نے مجھے مجبور کر دیا کہ میں رستے سے ہٹ جاوں۔

گل اس کے پاس سے گزر کے جا چکی تھی۔

اور وہ اس کی طرف دیکھتے ہوے سوچ رہا تھا کہ محبت کتنا طاقتور جزبہ ھے کل تک جو انجان تھی، اج کتنی اپنی اپنی لگ رہی ھے، جیسے برسوں کی شناسائی ہو، وہ مسکرا دیا تھا اپنی ھی حالت پہ کہ اب وہ ٹھان چکا تھا کہ اس نے اپنی محبت کے ہر دکھ درد کو اپنانا ھے اور اسے زندگی کے حسین پلوں کی طرف لوٹ کر لانا ھے۔۔

****
****

اجا اماں نے اسے سینٹر جانے سے روک دیا تھا۔ کہ اج وہ ارام کر لے اور وہ حیران تھی، کہ زندگی میں پہلی بار یہ عنائیت کیوں، لیکن خوشی بھی تھی کہ اج اس شخص سے جان چھوٹی رہے گی۔ وہ بھی مجھے نا دیکھ کر دل برداشتہ ہو کر میرا پیچھا چھوڑ دے گا۔ مگر یہ اسکی خام خیالی تھی، وہ چھت پر کپڑے پھیلانے گئ، کہ کہیں سے کٹی ہوئ پتنگ اکر گری۔ وہ جھک کر اٹھانے لگی کہ اس کی نظر اس تحریر پر ٹھہری۔ جو اسکے نام لکھی ہوئ تھی۔ اور ستم یہ کہ باقائدہ اس کا نام بھی لکھ کر اسے مخاطب کیا گیا تھا۔

قابل محترم گل رعنا!

اگراپ یہ سمجھتی ھیں کہ اپ کے روکھے رویے یا غیر حاضری سے میں دل برداشتہ ہوکراپ کا پیچھا چھوڑدوں گا۔تو یہ سب اپ کی بھول ھے،کوئ اپ کی محبت کی اگ میں پل پل جھلس رہاھے،اوراپ بے خبر رہیں۔

میں بے چین ہوں اوراپ سکوں میں رھیں۔میں اپنی بے چینی اپ کی طرف منتقل کر کے اپ کواگاہ کررہاھوں۔

کہ اب بھی اس کیفیت کو محسوس کرلیں جس میں پل پل میں جھلس رہاھوں۔اپ بھی ویسے ھی بےتاب ہوں جیسے میں ہوتاہوں،مختصر یہ کہ میں اپ کواپناچاہتاہوں اپ کے چہرے پر چھائ اداسی کو ہمیشہ کے لیے دور کرناچاہتاہوں،مجھے جلداپنے فیصلے سے اگاھ کیجیے گا۔

فقط اپ کا منتظر،اذان ہمدانی،۔

اتنے واضح پیغام پر گل ششدر دہ رہ گئ۔وہ گم سم سے انداز میں چلتی منڈیر پہ ائ۔اسکی نظر نیچے کھڑی اسی شخص پر پڑی۔جو اسکی زندگی میں ہلچل مچانے ایاتھا،وہ بھی اسکی سمت

متوجہ کھڑا تھا۔

نگاہیں ملی تو بڑی دلفریب مسکراہٹ گل کی طرف اچھالی گل کے پیروں تلے زمین نکل گئ۔

اتنی جرات کا مظاہرہ؟ کیا یہ شخص اتنا نڈر ھے؟ کہ اسے اپنے فعل۔ کی سنگینی کا احساس تک نہیں؟ پہلے میرا پیچھا کیا، پھر مخاطب کرنے کی کوشش کی، راستہ روکنے کی جرات اور اب اپنے دل کی بات مجھ تک پہنچا کر دم لیا،

کیا محبت انسان کو اتنا نڈر کر دیتی ھے؟ کہ وہ اپنے گردو پیش کو بھی بھول جاتا ھے،

کوئ خوف کوئ خیال اسے روک نہیں پاتا؟

اگر اماں ابا کو پتہ چل گیا تو وہ مجھے جان سے ماڑ دیں گے،

اس نے خوف سے جھر جھری لی۔۔

یہ خوبصورت شخص میرے دل کی دنیا کو تہہ و بالا کر دے گا۔

کیا؟

کیا میں اس قابل ہوں کے میری طلب کرے۔؟

بیس سالہ زندگی میں پہلی بار کسی نے ایسی چاہت دکھائی تھی وہ اجنبی ہو کر بھی بہت اپنا لگ رہا تھا۔ناجانے کیوں !

گل اس جذبے سے دوچار ہونے سے خود کو روک ناپا رہی تھی۔

اپنے دل کے تار کو بجنے سے روک ناپا رہی تھی۔پہلی بار اس سے کسی نے پیار بھرے لہجے میں بات کی تھی۔ورگرنہ وہ جس ماحول۔یں پلی بڑھی تھی وہاں اس کے وجود کو کوسہ گیا تھا۔

پل پل دھتکار دیا گیا تھا۔

وہ اس قرب سے نکلتی تو ھی دیکھتی کی وہ کس قدر خوبصورت ھے۔جو راہ چلتا شخص بھی اس پر دل ہار بیٹھا۔۔

اس شخص کے سچ کی گواہی اس کی بولتی ہوئی انکھیں تھیں۔جس میں الگ ھی قسم کی چمک تھی کہ گل بھی نظر چرا جاتی۔کیا گل واقعی اک انمول موتی تھی۔۔وہ ابھی ان سوچوں میں ھی گم تھی کہ اماں کی آواز کانوں سے ٹکرائی۔

مہارانی صاحبہ !

تمھیں کیا کوئی اور کام نہیں ھے جو ہر وقت چھت پر کھڑی رہتی ہو۔وہ تو اماں کی آواز پر بوکھلا گئی تھی اور پتنگ والا ہاتھ پیچھے چھپالیا تھا کہ جیسے۔چوری پکڑی گئی ہو۔

جو وہ میں اماں۔۔۔۔۔۔

اچھا بس بس اپنا حلیہ درست کر کے نیچے او۔عثمان بھائی کے گھر والے اے ھیں نیچے۔تمہارے ابا نے ھاں کر دی ھے تمہارے لیے۔جلدی نیچے او۔وہ لوگ منگنی کرنے کی غرض سے ایئے ھیں۔اخر کار دنیاداری بھی کوئی چیز ھے۔

اور وہ یہ سن کر سن ھو گئی تھی۔اس کا دماغ کام کرنا ھی بند کر چکا تھا۔وہ کسی بت کی مانند بے ساختہ ہو گئی تھی۔

خالی خالی آنکھوں کو لیے دل میں اک وسوسہ ھی ایا تھا۔۔

پھر یہ کیا۔۔۔

کیا یہ دو پل کی ھی خوشیاں تھیں۔جو انکھ کھلتے ھی منظر بدل گیا۔۔۔۔

اور وہ نیچے کھڑا شخص جع کچھ دیر پہلے پر امید تھا۔اس کی آنکھوں میں ویرانی اترائی تھی۔وہ کچھ سمجھ نا پایا۔ازان ہمدانی کو وہ جان سے پیاری لڑکی خود سے دور ہوتی ہوی

دکھادی۔۔۔۔

پتہ نہیں وہ کس جذبے کے تہت اسے فون ملا بیٹھی،اب جب وہ فون اٹھا چکا تھا, تو وہ خود کو اپنی بے اختیاری پر سرزش کرنے لگی،

مگر اب وہ گلتی کر چکی تھی۔

سو مجبوراًبات کرنی پڑی۔

مجھے یقین نہیں ارہا کہ خوش بختی خود چل کر میرے دروازے پر دستک دینے ایٔ ھے،

بھر پور خوشی ان کے لہجے سے رونما تھی۔

جیسے کویٔ خزانہ ان کے ہاتھ لگ گیا ہو۔

یہ تو اپ ھان ھی چکے ھونگے کہ میں کسی اور سے منسوب ہو چکی ھوں۔کیا اسکے باوجود بھی اپ۔۔۔۔۔۔میری طلب کریں گے۔میری تمنا کریں گے۔۔۔

بلآخر کچھ دیر کی خاموشی کے بعد دل کی بات لبوں تک اگیٔ۔

محبت کو کسی دلیل کی ضرورت نہیں ھوتی۔نا کسی کے کہنے سے، محبت سے دستبردار ہوا جاتا ھے۔اپ مجھے اپنی آراء سے اگاہ کیجیے۔۔

میرے لیے اپ کی رائے مقدم ھے۔

وہ خاموش رہی۔

اپ کا مجھے فون کرنا ھی اس بات کی علامت ھے۔

کہ میں اپ کے دل تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب ہو چکا ہون۔ مجھے خوش ہونے دیں۔ کیا اپ کی خاموشی کو میں سپ کی رضامندی سمجھوں۔

ازان پرامید لہجے میں بولا۔

میں جس ماحول میں رہ رہی ہوں وہاں میرا اپنا کوئ نہیں ھے۔ دور دور تک پھیلے ہوئے سوتیلے رشتے ھیں۔ جن کے نزدیک میں جانوروں سے بھی کمتر ہوں۔ اور اپ میری رائے کی بات کرتے ھیں میں کہاں اور کہاں میری رائے۔۔۔ جو اج تک معنی نہیں رکھتی۔

پر درد لہجے میں کہتی وہ رودی تھی

ازان کے دل کو ٹھیس پہنچی۔۔

میں اپنی زندگی میں حسین سے حسین تر لڑکی سے ملا ہوں۔

لیکن اپ کے حسن اور سادگی نے میرے دل کو ہلا کرر کھ دیا ھے۔اپ جیسا خوبصورت انسان میں نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھا۔

اپ کیا ھیں میرے لیے میرے دل میں جھسنک کر دیکھیں۔تب شاید اپ کو اندازہ ہو۔۔

گل رعنا کو اسکے لہجے کی سچائی اور اپنائیت صاف ظاہر ہو رہی تھی۔۔

وہ بیچاری دکھوں کی ماری جسے ہمیشہ دھتکار دیا گیا تھا۔اسے کب کسی نے اتنے پیار اور مان سے پکارا تھا۔۔وہ تو اذان تھا۔جس کے خلوص بھرے انداز میں گل کا دل جیت لیا تھا۔۔۔

****

****

زندگی اتنی بھی حسین ہو سکتی ھے گل کو تو اب پتا لگا تھا۔کہ واقعی زندگی بہت خوبصورت ہے۔

اس کا اندازہ گل کو اب ھو رہا تھا۔

اسے لگتا جیسے وہ کوئی حسین خواب دیکھ رھی ھے۔اور جہاں انکھ کھلے گی تو وہاں وہی سب تلخیاں اسکی منتظر ہوں گی۔

مگر یہ خواب حقیقت تھا۔

قدرت نے باہم ان دونوں کو تو ایسے ملایا تھا۔ جیسے برسوں کے ساتھی ھوں دونوں۔۔

وہ دونوں فون پر باتیں کرنے لگ گئے تھے۔۔ جاڑے کی خاموش اور سنسان راتیں جس میں ہر سو تنہائی کا راج تھا۔روز دونوں رات گئے تک بات کرتے کب رات بیت جاتی احساس تک نا ہوتا۔

رات کو دبے پاؤں سے فون سیٹ کی طرف چوروں کی طرح آنا۔ کہ کوئی دیکھ نا لے۔خوفزدہ ہونا فطری سا عمل تھا۔

یہ اور بات تھی کہ وہ ماں بیٹیاں دن میں گرم بستر سے نا نکلیں۔یہاں تو پھر سرد رات تھی۔پھر کہاں وہ اپنے بستر سے نکلتیں۔۔

بات کرتے کرتے گل کا خوف وڈر بھی ختم ھو جاتا۔

جو لڑکی ہر وقت تقدیر سے شکوہ کرتی تھی اب اپنے رب کی شکر گزار تھی کہ اذان جیسا

شخص اسکی زندگی میں قدم رکھ چکا۔اب اسے کسی چیز کاڈر نارہا تھا۔۔۔۔۔وہ بے خوف ہو گئی تھی۔

سچ تھامحبت میں صرف محبوب ھی دکھتا ھے۔اور کیا ھورھا ارد گرد کچھ ھوش تک نہیں رھتا۔

****
****

ازان ہمدانی جیساوالدین کااکلوتابیٹا۔۔۔

ماں باپ کالخت جگر،اعلی تعلیم یافتہ،ہراسائش وآرائش کاعادی۔۔۔

اپنی ماں کاسکون تھا،بے حدلاڈلہ چہیتا،ماں کے ساتھ توازان کی محبت اپنی مثال آپ تھی۔

ازان اپنی ماں کی ہر بات مانتا تھا کیونکہ وہ ماں کانہایت فرمانبر داربیٹا تھا۔۔

گل رعنا کی شادی کی تاریخ اک ماہ بعد کی رکھی گئی تھی۔گل نے روتے ہوے ازان کو بتلایا تھا۔ازان کی پریشانی بڑھ گئی تھی کیونکہ وہ گل کو کھونا نہیں چاہتا تھا۔

تب ھی اسے اپنی ماں کا خیال ایا۔جو بزنس کے سلسلے میں ایبٹ آباد گئے تھے۔

ازان نے سوچتے ہوے اپنی ماں کو کال ملائ اور شکوہ کیا۔۔

مما مجھے اپ سے بات کرنی ھے۔

ھاں بیٹا کہو کیا بات ھے۔ مما مجھے اک لڑکی پسند اگئ ھے۔جو بہت خوبصورت معصوم اور پیاری ھے۔اور مسز ہمدانی تو یہ سن کر اک دم چونکی تھیں۔ مما گل رعنا نم ھے اسکا۔پ جلدی واپس ائیں اس کے parents نے زبردستی اس کی شادی تہہ کردی ھے۔اک ایسے شخص سے جو عمر میں بڑا ھے اس سے۔

اگر اپ جلدی واپس نہیں آئیں تو مجبوراً مجھے گل کو کراچی لے کے جانا پڑے گا۔اود وہاں جاکر میں گل سے کورٹ میرج کرلوں گا۔

And its my last design.

اور دوسری طرف مسز ہمدانی کا سر چکرا گیا تھا اپنے جان سے پیارے بیٹے کی بات سن کر۔

وہ اس بات سے پریشان ہو گئ تھیں کہ اذان کو گاؤں کی اک معمولی لڑکی میں ایسا کیا نظر

آیا۔خیر وہ اپنے بیٹے کا وقتی جنون سمجھ کر بات ٹال گئیں تھیں۔۔۔

ازان مسز ہمدانی کا اکلوتا بیٹا تھا۔اور اس لحاظ سے ان کے خواب بھی بہت اونچے تھے۔۔۔

وہ ذات پات اور اعلی نسل کی خاندانی لڑکی کی تلاش میں تھیں جو اعلیٰ کوالیفائیڈ ہو۔اپر سٹیٹس ہو۔خوبصورت ہو۔ان کے رتبے کی ہو۔اور سب سے بڑھ کر ان کے معیار کی ہو۔۔

وہ کبھی نہیں چاہتی تھیں کہ کوئی مڈل طبقے کی پڑکی اانچے گھرانے کی بہو بنے۔

ان کے دل میں اک ڈر بھی بیٹھا تھا کہ پتہ نہیں کیسی لڑکی سے دل لگی کر بیٹھا ہے یہ لڑکا۔

وہ ایسا رشتہ ہر گز نہیں چاہتی تھیں۔جس میں دو خاندانوں کی واقفیت نا ہو سٹیٹس ریفرنس ہو وہ قطعی اس حق میں نا تھیں۔۔

سب سے بڑھ کر جس رشتے میں والدین راضی نا ہوں وہ اس رشتہ کے خلاف تھیں۔دو تین بار ازان کی بات نا سنتے ہوئے وہ فون بند کر دیتی تھیں۔

وہ ازان کو صاف الفاظ میں اپنا فیصلہ سنا چکی تھیں۔

ان کی ناہاں میں بدلنا ازان کو ناممکن لگ رہا تھا۔ازان کا ماننا تھ کہ اگر ان کی مما اک بار گل کی خوبصورتی دیکھ لیں گی تو وہ گل کیلیۓ اسی وقت راضی ہو جائیں گی۔ لیکن وہ اپنی ماں کے رویے سے پریشان ہو گیا تھا۔۔

****
****

اذان نے جب گل رعنا سے کورٹ میرج کا ذکر کیا تو وہ خوفزدہ ہو گئی اور صاف منع کر دیا۔اذان نے اسے یقین دلایا کہ اسکے علاوہ

کوئی چارہ نہیں،اگر یہ قبول نہیں تو چار بچوں کے باپ سے اس شخص سے چپ چاپ شادی کر لے اور دونوں کے راستے الگ الگ، گل رعنا بات سن کر خوفزدہ ہو گئی تھی وہ اب کسی صورت اذان سے دستبردار ہونے کو تیار نہ تھی۔

بہت سوچ بچار اور دلائل کے بعد وہ کراچی جانے پر رضامند ھوئ،اسنے کبھی اپنے لیے ایسا نہیں سوچا تھا، مگر آج اسنے وہی کیا جو اس کے دل نے کہا،اج تک سوتیلے رشتوں

سے سمجھوتا کرتی آئی تھی اس کے بدلے ان لوگوں نے اسے کیا دیا تھا؟

اک اذیت بھری زندگی گزارنے کے بعد دوسری اذیت بھری کٹھن زندگی اس کے نام کرنے جا رہے تھے۔

اس کی قربانیوں کا یہی صلہ تھا کہ اسے اک چار بچوں کے باپ کے پلے باندھ دیا جاتا جو اس سے دوگنی عمر کا تھا۔

ان جیسے ظام اور مفاد پرست لوگوں کے لئے اذان جیسے شخص کو چھوڑ دیتی، خود اپنے لیے کانٹے چن لیتی؟ ہر گز نہیں۔

مجھے اب کسی کے بارے میں نہیں سوچنا نہ ہی کسی کی پرواہ کرنی ہے اور ابا ان کو ان کی بیوی اور بیٹیاں مبارک ہو، وہ

تو کبھی میرے ساتھ تھی ہی نہیں پھر میں ان کا کیوں سوچوں؟ پھر وہ اپنے نئے رستوں نئے خوابوں پر اذان کے سنگ چل پڑی اس کے قدموں سے قدم ملا کر۔

****

****

محبت نے اسکو اتنا نڈر اور بے خوف کر دیا تھا، کہ کبھی کبھی وہ اپنی بے خوفی پہ خوفزدہ ہو جاتی تھی۔

ازان کے ساتھ انے والی نئی زندگی کے خواب بنتی۔ باتیں کرتی، خوابوں کے تانے بانے بنتی۔

اسے پتہ ھی نا چلا کہ کب وہ منزل تک پہنچ چکی ھے، چلتی ہوئی ریل گاڑی سے نظر آتے حسین بھاگتے دوڑتے مناظر سے غافل وہ دونوں محبت کے کسی اور جہاں میں محو سفر تھے۔۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

پلیٹ فارم پر اچھا خاصہ رش اور شور شرابہ تھا۔

کوئی مل رہا تھا، تو کوئی رخصت ہو رہا تھا۔۔

گل نہیں جانتی تھی, کہ ان دونوں میں سے کون سی بات انکے مقدر میں لکھ دی گئی ھے۔۔

انسان کو اگر اپنے اگلے اک پل کی خبر ہو تو وہ سوچنا یا خواب دیکھنا چھوڑ دیں۔۔۔

اذان اسے ایک بینچ پر بیٹھا کر اک ویران گوشے کی طرف چلے گئے۔ کہ وہاں جا کر اپنی

ماں سے بات کر سکیں۔۔۔

وہ فون پہ اپنی ماں کو اپنے اور گل رعنا کے انے کی نوید سناتے تھے، یہ سننا تھا کہ مسز ہمدانی آپے سے باہر ہو گئ تھیں۔

اذان کو دکھ ہوا اپنی مما کے رویے کو دیکھتے ہوئے کہ یہ وہی ماں ھیں جو ان پر جان وارتی تھیں۔اور ہر جائز ناجائز بات مان لیتی تھیں۔۔۔۔

تم اس لڑکی کو میری بہو بنانا چاہتے ہوں۔جو اپنے ماں باپ کے منہ پہ کالک مل کر اک غیر مرد کے ساتھ چلی ائ۔اج تمھارے ساتھ نکل کر ائ ھے۔کل کو کسی اور کے ساتھ بھاگ جاے گی۔تمہیں چکما دے کر۔۔

ان تمہیں فیصلہ کرنا ھے۔کہ تم ھم دونوں میں سے کس کو چنو گے۔اس لڑکی کو یا اپنی ماں کو۔۔۔

آذان اک بات یاد رکھنا۔۔۔اج اگر تم نے اس لڑکی کے حق میں فیصلہ کیا تو تم مجھے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کھو دو گے۔۔اتنا یاد رکھنا میں تمہیں کبھی نہیں بخشو گی۔اک ماں کہہ رھی ھے یہ سب میں زہر پی کر اپنی زندگی ختم کرلوں گی۔اور تم جانتے ہو اچھے

طریقے سے اپنی ماں کو جو میں کہتی ھو۔ کر کے دکھاتی ہوں۔۔۔یہ میرا وقتی غصہ نہیں۔یہ میرا اٹل فیصلہ ھے۔اب تم سوچ لو اس لڑکی کو اپنا کر اپنی دنیا سنوارنی یا ماں کو گنوا کر اپنی دنیا اور اخرت اجاڑنی ھے۔۔۔۔۔۔۔مسز ہمدانی یہ کہہ کر مسکرائیں تھیں کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ تیر نشانے پہ لگ ھے انکا بیٹا ماں کے علاوہ کسی اور کو ترجیح نہیں دے گا۔۔

ابھی اذان نے بعلنے کے لیے لب ہلائے تھے کہ فون بند ہو گیا تھا۔

اور ازان تو اپنی ماں کے رویے سے اس قدر بوکھلا گیا تھا کہ اسے کچھ سمجھ نہیں ارہی تھی۔۔

ازان اپنی ماں کی ضد سے اچھی طرح واقف تھا۔اسکی ماں کے اگے تو اس کا باپ بھی ہار گیا تھا تو وہ کیا چیز تھا۔۔۔

اک طرف ماں تھی اور دوسری سمت ان کی محبت۔اگر محبت اپناتا تو ماں کو اپنی جنت کلو ہمیشہ کے لیے کھو دیتا اور ماں کے بغیر وہ دنیا میں کیسے زندگی گزار سکتا تھا۔۔۔

ازان نے اک نظر بینچ پر بیٹھی گل رعنا کی طرف دیکھا۔۔۔

جس کے چہرے پر اک الگ ھی خوشی اک نئی چمک نظر آ رہی تھی۔۔۔لیکن ازان کی تکلیف کا کوئی ازالہ نہیں کر پا رہا تھا۔ان سب میں اس معصوم لڑکی کا کیا قصور تھا، جس کا چہرہ جگنوؤں کی طرح مانند تھا۔۔

ازان نے بے بسی کے عالم میں رخ موڑ لیا تھا، فیصلہ ہو چکا تھا، وہ تھکے تھکے قدموں سے واپسی کی راہ پر چل پڑے تھے۔۔درد اور اذیت اتنی تھی کہ اج وہ سب کچھ ہار چکے تھے اپنی محبت اپنی گل کو ہار چکے تھے۔انہوں نے محبوب کو چھوڑنے کا گناہ لا اپنے ذمہ لے لیا تھا لیکن ماں کو گنوا کر دنیا اور آخرت میں وہ اپنی جنت نہیں گنوا سکتے تھے۔۔۔۔

صبح سے شام ہو گئی۔مگر اذان نے ناں آنا تھا وہ نہ آئے گل رعنا کا انتظار، انتظار ہی رہا۔۔ اسے تشویش نے گھیر لیا تھا۔۔

پلیٹ فارم پر اکا دکا لوگ نظر آ رہے تھے وہ کس سے اذان کا پوچھتی۔۔انجان شہر اجنبی لوگ

اور وہ اکیلی لڑکی، خوفزدہ ہونا فطری امر تھا کہ وہ کبھی اپنے گاؤں میں دور تک نہ گئی تھی۔یہ تو پھر دوسرا شہر تھا۔ہر سو شام کے سائے پھیل رہے تھے۔۔۔

اس کے صبیح چہرے پر آنسو پھسلتے جارہے تھے۔۔قدرت نے اک اور درد اس کی جھولی میں ڈال دیا تھا۔۔۔

مقدر کے اس مذاق پر وہ حیران وپریشاں کھڑی تھی۔اس نے تو اک نئی زندگی اک خوشگوار زندگی کے خواب دیکھے تھے۔۔۔۔۔۔

اور قدرت نے کیسا زوردار طمانچہ اس کے منہ پر مارا تھا کہ تم خواب دیکھنے چلی تھی تمہیں خواب دیکھنے کا کوئی حق نہیں۔۔

باجی! تم کیوں رورہی ہو؟اک ہاتھ اس کے سر پر آرکا۔اس نے اپنی آنسوؤں بھری خالی نگاہیں اٹھائیں،اک ادھیڑ عمر شخص کھڑا تھا اور وہ جو دور سے اس کی طرف متوجہ ہوا تھا،وہ اتنی حسین ہوگی یہ تو اس نے خواب میں بھی ناں سوچا ہوگا،بس مبہوت سا اسے دیکھے گیا۔۔۔

تم کیوں رورہی ہو باجی؟اکیلی ہو؟

اس نے خود کو سنبھال کر قدرے فکرمندی سے پوچھا۔۔ہمیشہ سے ہی اکیلی تھی اب بھی اکیلی ہی رہ گئی۔۔وہ بھرائی ہوئی آواز میں کھوئے کھوئے انداز میں بولی تھی۔

پریشان نہ ہو باجی! میرا یہاں نزدیک گھر ہے، میرے ساتھ چلو، اپنا بڑا بھائی سمجھو ہم کو آؤ آؤ شاباش۔ وہ گل کو بچوں کی طرح پچکارتے ہوئے بولا۔۔۔۔۔

وہ ٹھس بیٹھی رہی (خود پر حیرت بھی تھی اسے کے وہ ابھی تک زندہ کسے ھے اسے تو اسی وقت مر جانا چاہیے تھا۔ جب وہ اک اجنبی کی محبت پہ اعتبار کر کے گھر سے نکلی تھی۔ اور وہ اسے بیچ سفر میں تن تنہا چھوڑ گیا تھا)

کیا سوچ رہی ہو باجی آؤ نا شاباش گھبراو نہیں۔ گل کے پاس واپسی کا کوئی راستہ نا تھا۔ اور اس اجنبی شہر میں کسی کو بھی نا جنتی تھی۔ کھوے کھوے انداز میں اٹھ کھڑی ہوئی اور اس ادمی کے پیچھے چل پڑی۔۔

کیونکہ وہ حواسوں میں ھی نا تھی۔۔۔۔

****

****

وہ اس شخص کے ہمراہ اسکے گھر میں اگئی تھی۔ گھر میں وہ شخص جس نے گل کو اپنا نام رفیق بتایا تھا۔ اپنی بڑی بہن کے ہمراہ گھر میں رہتا تھا۔ اس نے گل کو بتایا کہ اسکی بہن لو

اس کے شوہر نے چھوڑ دیا اسلیے وہ میرے ساتھ رہتی ھے۔گل کو تھوڑا حوصلہ بھی ہوا کہ گھر میں کوئ عورت موجود ھے۔جو شاید کے اس کے درد کو سمجھے گی۔لیکن یہاں کہاں کسی کو کسی سے بھی سروکار ہوتا۔۔۔۔۔

گل جس شخص کے ہمراہ ائ تھی۔اسے بھائ بولتی تھی۔وہ گل کے کھانے پینے تک کا خیال رکھتا تھا۔لیکن اسکی بہن رانی جسے رفیق بھائ رانی کہہ کے بلاتا تھا۔گل کو دیکھ کر ٹکٹکی باندھے گھورتی رہتی جس سے گل کو چڑ سی ہونے لگ گی تھی۔۔

اج گل کو اے چوتھا دن تھا۔کہ وہ جیسے ھی لاونج میں داخل ہوئی رفیق بھائ کو فون پر بات کرتے ہوئے سنا تو وہ چونک کر رہ گی۔۔وہ کسی سودے کے بارے میں بات کر رہا تھا۔۔

ابے یار مال بہت ھی خوبصورت ھے۔اک دم نیا پیس ھے۔کیا دو لاکھ نا بہت کم ھیں۔بچوں کی طرح باتیں نا کر۔دام بڑھا دام ھاں شہزادے اب کی ناز ندہ دلی والی بات۔۔چار لاکھ میں پکا کر۔۔

چل پیسے کیش میں لانا۔مال بھی تو اک دم ہیرا ھے ہیرا۔۔۔

اور گل رعنا نے جب یہ سب باتیں سنی تو اسکا سر چکرا اٹھا۔ کہ یہ سب ہو کیا رہا ھے اسکے ساتھ۔

ابھی وہ سنبھل بھی نا پائی تھی کہ رفیق نے گل کو کھڑے دیکھ لیا۔

وہ جان چکا تھا۔۔

کہ گل اسکی سب باتیں سن چکی ہے۔۔۔۔

اے یار۔۔۔۔۔رفیق کو خود پہ غصہ ایا۔ لیکن اگلے ھی لمحہ اسے خیال ایا کہ یہ چڑیا اخر کیا بگاڑ لے گی اسکا۔

اور گل تو اس کے اگے رو رہی تھی کہ میں نے تو اپکو اپنا بھائی سمجھا تھا۔اور اپ نے مجھے اپنی بہن کہا تھا پھر اپ میرے ساتھ پا یسے کیسے کر سکتے ھیں۔وہ بلک رہی تھی۔۔

ارے چپ چپ کر لڑکی ہم جیسے کسی کے بھائی نہیں ہوتے۔۔۔

اور گل تڑپ رہی تھی۔میں ھاتھ جوڑتی ہوں بھائی مجھے جانے دو۔میں نے کیا بگاڑا ہے اپکا۔۔

اور لاونج میں اک زوردار قہقہہ گونجا تھا۔گل اک دم مڑی تو وہ ھی عورت اس کے سر

پر کھڑی ہنس رہی تھی۔

تو چل گیا اس شہزادی کو پتا۔۔اصلیت کا۔۔۔

ہاہاہا!!!

رفیق میں نااس بار تجھے داد دیئے بغیر نارہ پاوں گی۔کیا لمبا ہاتھ مارا ھے اس بار تو نے اہ دل خوش ہو گیا۔۔۔کیا موتی لا یا توں مان گئی میری جان تجھے۔۔

اور گل پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس عورت کی طرف دیکھ رہی تھی۔اس کی سجھ میں ھی نا آرہا تھا۔کہ یہ کیسا مذاق اس کی زندگی اسکے ساتھ کر گئی ھے۔۔

گل اس عورت کے اگے ہاتھ جوڑے اپنی رہائی کی بھیک مانگ رہی تھی۔ارر چیپیپپ۔۔اس عورت نے گل کے بالوں سے اسے دبوچا۔کب سے من من بکواس کر رہی ھے۔اور تیرے یہ ٹسوے ہمارے کسی کام کے نہیں۔

گل درد سے چلا اٹھی تھی۔۔

رفیق نے اسے کمرے میں لے جانے کا اشارہ کیا۔۔۔۔۔

تو وہ عورت گل کو بالوں سے دبوچتے ہوے کمرے میں لے گی۔اور زور سے زمین پر

پٹخا۔ جیسے گل کوئی پلاسٹک کی گیند ہو۔

لے مر رو یہاں۔۔۔

اور اسنے کمرے کو باہر سے بند کر دیا۔

اس عورت کے چہرے پر شیطانی مسکراہٹ واضح تھی۔

گل پر تو اک پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا۔ جہاں سے چاہ کے بھی وہ راہ فرار حاصل نکیں کر سکتی تھی۔ وہ چیختی رہی چلاتی رھی۔ لیکن کوئی سننے والا نا تھا۔ اور نا ھی کسی نے اس کی سنی۔ سسک کر اسکی زبان پر یہی الفاظ نکلے۔ یا اللہ میری مدد کر۔ اور بے بسی کے عالم میں میں وہ زمیں پہ ڈھے گئی تھی۔۔۔۔۔۔

اک نئی صبح کا سورج طلوع ہوا۔ تو کمرے کے دروازے کی اہٹ پر گل ہوش میں ائی تھی۔

اک دھندلا سا عکس نظر ایا۔ گل نے اپنی آنکھوں کو مسلا تھا۔

اٹھ جا میری شہزادی تیری رخصتی کا وقت نزدیک ھے۔ چل شاباش منہ ھاتھ دھو لے۔

اور گل تورات بھر اپنی قسمت پر انسو بہاتی رہی۔اتنا روی کے اب حلق سے آواز تک نا نقل پا رہی تھی پھر بھی وہ اس عورت کے پیروں میں گر گئ تھی۔خدا کا واسطہ ھے مجھے جانے دو۔ تم بھی تو ایک عورت ہو نا پھر تم اک عورت کے ساتھ ایسے کیسے کر سکتی ہو پلیز مجھے چھوڑ دو۔ لیکن دوسری طرف اس عورت کی بھیانک ہنسی تھی۔

ارے جا کلموہی جیسے ماں باپ کا نام روشن کر کے ائ ھے۔تجھے کون اپنائے گا۔یہ تیرے انسو میرے کسی کام کے نہیں۔ تجھ جیسے مال ہاتھ ن لگیں۔تو ہم جیسے بھوکے مر جائیں۔اب چپ کر کے ناشتہ کر لے تیرے وارث اتے ہو گے۔اور وہ یہ کہہ کے کمرا بند کر کے جا چکی تھی۔

اور گل چلائ تھی خدا کا واسطہ مجھے جانے دو۔ لیکن سب بے سود۔۔۔۔۔۔۔۔۔

****

****

رات کے پچھلے پہر اس کو رانی لاونج میں لے گئ۔ گل بن پانی مچھلی کی طرح تڑپ رہی تھی تب ھی رانی نے زوردار طمانچہ اس کے منہ پہ مارا تھا۔اے کلموہی چپ ورنہ زبان کھینچ لوں گی۔ سیدھے سے چل۔۔۔۔

لاونج میں رفیق کے ساتھ اک ادمی اور اک عورت کھڑے تھے۔

جو شاید مرد تھا یا عورت کے بھیس میں مرد اس نے ساڑھی باندھی ہوئ تھی۔اور میک اپ سے آراستہ چہرہ۔گل کو خوف سا محسوس ہوا۔

اس عورت کی نظر جیسے ھی گل پر پڑی وہ صدقے واری ہو گی۔کہ کیا غضب کا حسن ھے واللہ۔۔۔۔

اے ہاے اک دم پری۔۔۔وہ جسے ھی گل کے قریب ائ گل دو قدم پیچھے ہٹی ڈر کے مارے۔۔۔

تب ھی رفیق کی آواز پر وہ پلٹی۔میں نا کہتا تھا اک دم ہیرا ھے ہیرا۔لا اب ادھر رکھ میرا حصہ۔۔

اور پاس کھڑے آدمی نے بریف کیس اس کے سامنے کیا کہ گن لو پورے ھیں پیسے۔

ارے ارے بھروسہ ھے تم پر تب ھی رانی بولی۔

اور دھتکارتے ہوے گل کو ان لوگوں کے حوالے کیا۔

گل چیختی رہی چلاتی رہی لیکن اسکی پکار کسی نے نا سنی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اسکے بے داغ حسن کو کوٹھے کی زینت کر دیا گیا تھا۔اس کا سودا کیا گیا تھا۔۔۔۔۔

جب اسے کوٹھے میں لایا گیا تو ہر انکھ اس کی طرف اٹھی۔ہر کوئ رشک کر رہا تھا اسکے
حسن پر۔تب ھی اس کو دربار حسن
میں ترنم بائ کی خدمت پہ پیش کیا گیا۔۔۔

ترنم بائ کو گل کا معصوم سا چہرہ پہلی ھی نظر میں بہت بھایا۔۔اور وہ بھی حسن کی
تعریف کیے بنا نا رہ پائ۔۔

ماشاءاللہ قدرت کا شاہکار ہو اپ
بنانے والے نے بہت خوبصورت بنایا ھے اپ کو کے دیکھنے والی انکھ دیکھتی رہ
جائے۔۔۔وہ گل کے پاس ائ تو گل جو پھٹی پھٹی نظروں سے ہکا بکا ادھر ادھر دیکھ
رہی تھی مارے خوف کے دو قدم پیچھے ہٹی۔۔۔

ارے ارے ڈریئے مت۔۔

اپنا نام تو بتائیں۔۔اور گل منہ تک نا کھول پائ۔۔۔۔

دربار میں ہر کوئی گل کی طرف نظریں جمائے ہوا تھا۔کوئ گل کو دیکھے خوش ہو رہا

تھا۔ کوئی جل رہا تھا اور کچھ ایک معصوم پر ترس کھا رہے تھے۔۔۔۔

چلیں اج ھم اپ کو اک نام دیتے ھیں۔ حسینہ اراء بیگم۔۔اور گل بوکھلا گئ

تھی۔۔ارے چونکیے مت اپ کے حسن کے مطابق ھی نام دیا گیا ھے۔اور گل کیا

جانتی تھی کہ اس کا حسن سرے بازار کوڑھیوں کے دام بکے گا۔۔۔

شگفتہ بیگم ادھر ائیے۔۔

جی مالکن۔۔نہایت مؤدبانہ انداز میں کہا گیا تھا۔

حسینہ اراء بیگم کو ان کے کمرے میں لے جایا جائے۔اور ان کے ارام اور کھانے پینے کا

دھیان رکھا جائے۔

جی مالکن جو حکم۔اور وہ گل کو پکڑے کمرے میں لے جا رہی تھیں۔گل پس مردہ نا

چاہتے ہوے قدم اٹھاتے چل رہی تھی۔۔۔

وہ نہیں جانتی تھی آگے اس کے ساتھ ہونے کیا والا ھے۔۔

****

****

پہلی بار جب اس کے پیروں میں بیڑیاں باندھی گئی تھیں تو وہ اس قدر سسکی تھی کہ زمین اور آسمان پھٹ جائیں۔

اسے بلکل دلہن کی طرح سجایا گیا تھا۔ کہ ہر کوائی واہ واہ کر اٹھے۔ اج خود کو شیشے میں تکتے اسے اذان یاد ایا تھا۔ وہ بلک کے رہ گئی تھی۔ اسکو محبت پر اعتبار کرنا بہت مہنگا پڑا تھا۔ شاید کے جس کا خمیازہ اسے ساری زندگی بھگتنا تھا۔ وہ ان ہی سوچوں میں گم تھی کہ کمرے میں کوئی داخل ہوا۔ اک وجہیہ قسم کا شخص اسکے کمرے میں داخل ہوا وہ گربرا اٹھی۔

ااا اپ کون۔ ابھی الفاظ اس کے منہ میں ہی دب گئے۔ جب اس شخص نے گل کا ھاتھ تھاما۔ اتنا حسن قیامت ڈھا رہی ہو۔ گل نے اپنا ہاتھ چھڑانے کی ناکام کوشش کی لیکن گرفت مضبوط تھی۔ پھر کیا تھا وہ چلاتی رہی روتی رہی۔ اس کے وجود کو وحشیوں کی طرح نوچا جا رہا تھا۔۔

اس کی بے بسی پر زمین بھی رو رہی تھی اور آسمان بھی۔۔۔۔۔۔۔۔

گل روز بلکتی مرنے کے راستے ڈھونڈتی لیکن سب بے سود۔۔ اج اسے اپنے سوتیلے رشتے بہت یاد ارہے تھا۔ گھر کی چار دیواری۔ بیشک نام کے رشتے تھے سب لیکن اپنے تو

تھے ھی۔۔۔اگر اسے ان رشتوں سے پیار ملا ہوتا تو نا وہ اذان کی محبت میں گرفتار ہوئی ہوتی اور نا اسکی محبت میں اندھی ہو کر ایسا قدم اٹھاتی۔اس دلدل سے اچھا تو اسکا گھر تھا جہاں بیشک اس سے کام لیا جاتا تھا لیکن محفوظ پناہ گاہ تو تھی باپ کا سایہ تو تھا۔وہ اپنے ماضی کو یاد کر کے رو رہی تھی۔اب شکوہ کرتی بھی تو کس سے۔ایسی حرام زندگی سے تو بہتر وہ اس چار بچوں کے باپ سے شادی کر لیتی۔کم از کم اسکی نسوانیت روز روز تو سر بازار نا بکتی۔اس کا حسن روز روز افشاں تو نا ہوتا۔گھر کی چار دیواری میں محفوظ ہوتا۔

اسے اج تک سمجھ نااٸ تھی کے اک عورت دوسری عورت کی دشمن کیسے ھو سکتی ھے نا اسکی سوتیلی ماں اس دھتکارتی اور نا یہ سب ہوتا۔وہ بے بسی کے عالم میں چلاٸ تھی۔لیکن وہ اک ایسی جگہ پہنچ گئ تھی۔جہاں اسکی چیخ و پکار سے کسی کو کوئی غرض نا تھا۔اک صرف اس اوپر والے کی ھی ذات تھی جس کو وہ اپنے درد سنا رہی تھی۔۔۔۔۔

وہ صورت سے شہزادی تھی۔۔۔۔

بس بخت کنیزوں جیسے تھے۔۔۔۔

****

****

گل رعنا کو روز دلہنوں کی طرح سجایا جاتا تھا۔اور روز اس کی ذات کو چھلنی کیا جاتا تھا۔

وہ چاہ کے بھی کوئی راہ فرار اختیار نہیں کر سکتی تھی۔ہر سو اس پر کڑا پہرہ دیا جارہا تھا۔۔۔

اس کے پیروں میں جب جب گھنگروں باندھے جاتے اور دربار حسن میں لایا جاتا۔جہاں بگرے ہوے لوگ اس کے رقص سے زیادہ اسکے حسن پر داد دیتے اس پر نوٹوں کی برسات کی جاتی۔تو گل کا بس نا چل پاتا کے خود سمیت وہ سب کو اگ لگا دے۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ہر کوئی گل کی خوبصورتی پر مٹ مٹتا۔سب کی فریاد ہوتی کے وہ گل کو پاس سے ملنا چاہتے۔گل کے حسن کو بازار حسن میں نیلام کر کے پیسہ کمایا جاتا رہا۔منہ بولی قیمت وصول کی جاتی رہی گل کی۔۔۔۔۔۔

گل رات کے اندھیرے میں اپنے نا کردہ گناہوں کی معافی مانگتی۔

اے خدا میرا جرم اتنا بڑا تھا۔جو مجھ کو اتنی بڑی سزا ملی۔اس سے اچھا تو موت اجاتی مجھے۔۔اے میرے خدا مجھ پر رحم فرما۔بیشک تو اپنے بندے پر اسکی استطاعت سے

زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا اس پر۔

کرم کر دے میرے مولا۔۔اور وہ جاے نماز پہ ھی ڈھے گئ تھی۔کہ اس سے محفوظ جگہ اسے کہیں نا ملی۔

****

وقت کا کام ھے گزرتے جانا۔وقت گزرتا گیا۔

اسی ماحول میں گل رعنا نے دو بیٹیوں اور ایک بیٹے کو جنم دیا۔

کسی تیز رفتار پہیہ کی طرح گھومتے ہوے وقت گزرتا گیا۔اور اس کے بچے اسی ماحول میں پروان چڑھتے گئے۔

تینوں بچے ھی ہو بہو ماں کا عکس تھے۔ماں کی طرح بلا کے خوبصورت۔گل رعنا کا بڑھتی عمر کے ساتھ کچھ نا بگڑا تھا وہ اج بھی بہت خوبصورت تھیں۔

مگر جو بھی ایک بار اس دلدل میں پھنس جاے باہر نہیں نکل سکتا تھا۔انہوں نے کبھی اس ماحول کو کبھی قبول نا کیا تھا۔۔

پہلی بار جب گل کو اس کام کے لیے امادہ کیا جا رہا تھا تو گل نا مانیں تھیں، روئ تھیں، گر گڑائیں تھیں۔ لیکن ان پر تشدد کر کے بات منوائ گئ تھی۔

کافی بار موت کو گلے لگانے کی ناممکن کوشش کی گئ۔ لیکن انہیں مرنے بھی نا دیا گیا۔۔۔۔

اور پھر اولاد کی زنجیر پیروں میں پڑی۔۔اور وہ چاہ کے بھی کچھ نا کر پائیں۔۔۔۔

ہاں اب تو وہ چاہتی بھی تو زہر نا کھا پاتیں۔۔۔۔

انہیں جینا تھا اب اپنی اولاد کے لیے۔اپنے بچوں کی پرورش کے لیے۔۔۔۔۔

وہ جیسے بھی تھے، جس بھی ماحول میں پیدا ہوے تھے۔۔۔تھے تو انکے ہی بچے، ان کے وجود کا ٹکڑا۔

اخر کو تھیں تو وہ اک ماں۔۔۔

اور جیسی بن ماں کے زندگی انہوں نے گزاری وہ کبھی تصور بھی نہیں کر سکتی۔ تھیں کہ ان کی اولاد بھی ویسے زندگی گزارے۔۔۔۔۔

اک ماں کی ممتا کو ترسی ہوئی گل اپنے بچوں کو ممتا دینے سے پیچھے کیسے ہٹ سکتیں

تھیں۔۔۔

اولاد کے جوان ہونے کے بعد وہ بلکل رٹائرڈ ہو گئ تھیں۔ویسے بھی وہ یہ کام مجبوراً مجبوری کے تحت کر رہی تھیں۔۔۔۔۔

دن تو جیسے تیسے گزر جاتا۔۔ لیکن رات کے اندھیرے میں وہ بارگاہ الٰہی میں اپنے کیے ہوگ گناہوں کی معافی مانگتیں۔۔۔ساری رات اللہ پاک سے باتیں کر تیں۔اج بھی بچوں کی طرح اپنے رب کے حضور ہر شکوہ ہر گلہ کر دیتیں۔بیشک رب بہتر فیصلہ کرنے والا ھے۔۔۔۔

وہ ساری رات عبادت میں مشغول رہتیں۔۔ سجدے طویل سے طویل تر ہوتے گئے تھے۔اپنے ناکردہ گناہوں کی تلافی کنے میں کوئ کمی نا چھوڑی تھی انہوں نے۔۔۔۔

****

****

کوٹھے والوں کو اب گل رعنا سے کوئ غرض نا رہی تھی۔

کوٹھے والوں کو تو اب ان کی بیٹیوں سے غرض تھی۔ جیسے ھی وہ جوان ھوئیں ان کی

ماں کا کام انہیں سونپ دیا گیا۔۔۔۔

گل رعنا کے توسط سے انہیں دو خوبصورت لڑکیاں مل گئی تھیں۔۔

یہاں لحاظ مروت کسی کام کے نا تھی سب کو پیسے سے غرض تھا۔۔۔۔۔

ان کا حسین و جمیل بیٹا جب طبلہ بجاتا،اور دونوں بہنیں تال پر رسک کرتیں تو گل کا کلیجہ۔نہ کو اجاتا۔۔وہ کل بھی بے بس و مجبور تھیں اوراج بھی لاچار تھیں۔چاہ کے بھی اپنے بچوں کے لیے کچھ نہیں کر سکتیں تھیں۔۔

وہ انہیں کیسے بتاتیں کے انکی ماں اک پرہیز گار عورت کی اولاد ھیں۔۔پرہیزی، نمازی اور باپردہ عورت کی اولاد ھیں۔اور خود بھی گل اک عزت دار معزز گھرانے کا چراغ تھیں۔۔۔

وہ ان تینوں کو کیسے بتلاتیں۔کہ اس کوٹھے سے باہر بھی اک دنیا اباد ھے۔باہر جو دنیا بستی ھے اس میں اک عزت دار طبقہ بھی موجود ھے۔۔

جو عزت کی زندگی کو ترجیح دیتے ھیں۔۔۔اسلام کے احکامات کی پیروی کرتے ھیں۔جہاں اک لڑکی کی عزت اسکے لیے سب کچھ ہوتی ھے۔۔۔لیکن وہ بے بس

تھیں اگر وہ اپنی اولاد کو بتلانا بھی چاہتیں تو انہیں انکی اولاد کو ان سے دور کرنے کے لیے دھمکایا جاچکا تھا۔۔۔۔۔

.

اور یہ تینوں بد نصیب اس کوٹھے کی چار دیواری میں اپنی زندگیوں میں ایسے مگن ھیں جیسے ان کی زندگی کا مقصد یہی سب کچھ ہو۔۔۔اسطرح کی طرز زندگی کے علاوہ کوئ اور چیز اہم نا ہو۔۔۔۔

ان کے لیے زندگی طبلے کی تھاپ اور گھنگروں کی چھنکار کے سوا کچھ نہیں۔۔۔۔۔

یہاں کی یہ رونق اور شور شرابہ ھی ان کی زندگی کا حصہ تھیں۔

یہاں کسی نئے خوبصورت چہرے کا عروج، ماضی کے اک حسین چہرے کا زوال ہوتا تھا۔

یہی حسن جو عورت کے لئے اعزاز ہوتا، اور یہی حسن عورت کے لیے وبال جان بن جاتا۔

اگر یہ تینوں جان جائیں کہ عزت کا معیار کیا ہوتا ھے۔ تو ان کو اپنے ہونے سے اپنے

وجود سے نفرت ہو جاے۔۔

یہ زندگی بھی میں نے ان کے لیے چنی تھی۔اب میرے سوا کوئی بھی ان کی طرز زندگی پر دکھی نہیں۔۔۔۔۔

یہ تینوں تو اس قدر معصوم ھے کچھ بھی اچھا برا نہیں جانتے۔گل کو تو ابھی بھی اپنے بچے اتنے ھی معصوم لگتے۔جب ان کی بڑی بیٹی کو انہوں نے قران مجید پڑھایا تھا۔اور وہ قرآن مجید مکمل ہونے کی خوشی میں اچھلتی پھرتی کوٹھے می ہر لڑکی کو پکڑ پکڑ بتلا رہی تھی۔اور گل رعنا خوش بھی تھی اور اپنے بچوں کی انے والی زندگی پر اس قدر اذیت کا شکار بھی۔۔۔۔

ان معصوموں پر یہ ظلم ڈھانے والی میں ھی ہوں۔اک ماں ہوتے ہوے بھی اپنے بچوں کو دلدل سے نا نکال پائ۔۔

کسی کو بھی الزام نا دوں گی میں،نا میں گھر چھوڑتی،نا میں اس دلدل میں دھنستی،نا ھی اولاد میرے پیروں کی بیریاں بنتیں۔اور نا ھی میں اس اگ میں جل رہی ہوتی وہ روز خود کو کوستیں۔۔۔روز جیتیں روز مرتیں۔۔۔

ان کی آئندہ نسل اس بھنور میں دھنس گئی۔۔۔وہ جوں اپردہ باحیالڑکی تھی۔اک عزت دار گھرانے کی لڑکی اپنے خیالوں،خوابوں کے بھنور میں اک تتلی کی مانند اڑتی چلیں گئیں۔اور اک رنگدار تتلی کے سارے رنگ ان سے چھین کر انکی زندگی بے رنگ بن گئ۔۔

وہ اس شخص کو بھی قصوروار ناٹھراتیں کیونکہ سراسر خطاانکی ھی تھی۔جو اک شخص کی محبت میں مبتلا ہو کر اس دلدل میں پھنس گئ۔۔

****

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اک دن ماں راستے۔یں ٹکراگئیں تھیں۔وہ کسی کام سے کراچی ائیں تھیں۔ہڈیوں کا بنجر بن کر رہ گئ تھیں۔

گل سے گر گرا کر اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کی معافی مانگ رہی تھیں۔۔۔

ابا کا انتقال ہو چکا تھا۔نومی اور سارہ اپنے گھر کی ہو کر بھی اسودہ تھیں۔

سارہ کے شوہر کا انتقال ہو گیا تھا۔اور وہ بچوں سمیت اماں کے گھر اگی بیوگی کی چادر

اوڑھے۔

نومی کا شوہر نشہ کرتا ھے۔وہ اپنے بچوں کا پیٹ پالنے کے لیے پرائیویٹ سکول میں پڑھاتی ھے۔

ان سب کو اپنی غلطیوں کا احساس ھے۔انہیں ان کے کیے کی سزا مل رہی ھے۔۔۔۔

جب یہ اٹل ھے برے کام کا نتیجہ بھی برا ہوتا ھے، پھر لوگ برائ کرنے سے کیوں نہیں ڈرتے۔کسی کی ساری زندگی اور خوشیاں برباد کیوں کر دیتے ھیں۔اور جب سب برباد ہو جاتا ھے تو ملامت کیسی۔۔کاش کے پہلے ھی سمجھ جاتے کے برے کاموں کا سلا بھی برا ہوتا تو آج ناجانے کتنی زندگیاں تباہ ہونے سے بچ جاتیں۔۔۔

گل رعناب کیا کہتی۔جو ہونا تھا وہ ہو چکا تھا، وقت گزر چکا تھا، گل نے انتقام لینا کہاں سیکھا تھا۔سوتیلی ماں کو سینے سے لگائے سسک اٹھی تھی۔بچپن سے اب تک ماں کی محبت کو ترستی رہی تھی۔چاہے جو بھی تھا وہ جیسی بھی تھی ماں کے رتبے پہ تو فائز تھی۔۔وہ ماں کو معاف کر چکی تھی کیونکہ ضمیر پر جو بوجھ ہوتا وہ اس کیفیت کو بخوبی جان چکی تھی۔۔۔۔

****

****

گل نے اپنی کہانی ختم کر کے اک ٹھنڈی اہ بھری جیسے۔یلوں کی مسافت کر کے ائی

ہوں۔

دونوں کے پاس جیسے الفاظ ختم ہو چکے ہوں۔

دونوں ھی گہری خاموشی کی ذد میں اگئی ہوں۔

خلیل جبران کہتا ھے اور بہت ٹھیک کہتا ھے۔۔۔۔۔

،،، کہا جاتا ھے کہ زندہ رہنے کیلیئے اک امر لازمی ھے۔ایسی خوشی جو رنج کی گھڑی میں

اپنے ھی تصور میں گزار دیں۔کہتے ھیں قدرت ھر وقت متبسم رہتی ھے۔

اور مسرور مجسم ہوا مسرت سے اٹھکیلیاں کرتی چلتی ھے۔

لیکن کون کہتا ھے قدرت رنج والم سے بے نیاز ھے۔

ورنہ بادلوں کی آنکھوں سے پٹ پٹ آنسوں کیوں بہتے ھیں۔ہوا کے جھونکوں پر غم کا

عنصر کیوں چھا جاتا ھے۔پتے ساکت ہو جاتے ھیں،چاند کی زردی بڑھتی جاتی

ھے۔اور حسین چانداداس اداس،اکثر یہ کہہ کر تسلی دی جاتی ھے کہ ،اگرموسم سرما اسکتا ھے تو بہار کیا کہیں دوررہ گی؟

لیکن کبھی اس بات پر غور کیا کہ بہار کے بعد خزاں کس انداز سے اتی ھے۔افسردہ سا ماحول لے کر اور بلاے جان بن کر۔یہ سب تو موسم پر بھی اثرانداز ہوے بغیر نہیں رہ سکتا ھم تو پھر انسان ھیں۔۔۔

خاموشی کو توڑنے میں پہل اسکی ہم نام۔لڑکی نے کی تھی۔

تعجب ھے انسان کی زندگی کا اتنا سفاک پہلو بھی ہو سکتاہے۔میں حیرانگی کی انتہا پر ہوں۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ہم چھوٹی چھوٹی باتوں پر دکھی ہوتے ھیں۔کتنے خوش نصیب ہیں ہم پھر بھی اتنے بے خبر۔

اپ کو دیکھ کر تو لگتا ھی نہیں اپ جیسی اتنی مکمل شخصیت میں اک دریا موجزن ہو سکتا ھے۔غم کا اک جہان اباد ہو سکتا ھے۔

اپ کو دیکھ کر رشک اتا ھے لیکن اپ اپنے اندر اتنے دکھ چھپاے بیٹھی ھیں۔دکھ سے

اس کی اواز بھرائی اور وہ چپ ہو گئی۔

قیامت جو اک لفظ لگتا ھے۔ لیکن اس کے اندر کتنے مفہوم اور معنی چھپے ہوئے ھین۔ یہ کوئی مجھ بدنصیب سے پوچھے۔ جس کی سزا ختم ہونے میں ھی نہی ارہی۔اور یہ کہتے ھی گل رعنا کی آنکھوں سے آنسوں بہنے لگے۔

اک بار پھر سے دونوں کے درمیان خاموشی اختیار کرلی تھی۔

ہر سو رات کی تاریکی چھا رہی تھی۔ فضا میں خشک پتوں کا اک شور عجیب پر سرا ریت پھیلا رہا تھا۔

فضا کے سکوت کو پھر وہ خاموش آنکھوں والی لڑکی نے توڑا۔

کل میں پھر اسی وقت اپ کا انتظار کروں گی۔اپ کو ملوانا ھے کسی سے مجھے۔۔۔۔

کسی سے عشق کرو گے تو جان جاؤ گے_!

خزاں میں کرتی ہیں تتلیاں گزر بسر کیسے۔۔۔۔

وہ گل رعنا سے کل پھر ملنے کا وعدہ کرکے چل دیں تھیں۔۔۔۔۔

****

****

جیسے ھی گل رعنا گھر داخل ہوئ۔سیدھی اپنے بابا کے کمرے کا رخ کیا۔جو چھوٹی مما کے ساتھ کسی ٹاپک پر ڈسکشن کر رہے تھے۔۔۔۔

پاپا مجھے اپ سے اک ضروری بات کرنی ھے۔گل رعنا اک دم کمرے میں داخل ہوئ کہ کمرے میں موجود دونوں فرد چونک گئے تھے۔۔۔

کیا تم اتنی چھوٹی بچی ہو کے سب قواعد وضوابط سکھانے پڑیں گے۔کہ کسی کہ بھی روم میں داخل ہونے سے پہلے دستک دی جاتی ھے۔

گل کو بہت ندامت ہوئ وہ جلد بازی میں خیال نا کر پائ۔

جی وہ سوری مما۔۔۔

تب ھی بابا بولےits ok my doll.

بابا وہ مجھے اپ سے کچھ بات کرنی ھے۔۔

جی بیٹا کہو۔۔۔۔

تب ھی مما بولیں۔ضرور پیسے وغیرہ چاہئیں ہوں گے۔ابھی کچھ دن پہلے ھی تو

تمھارے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کرواے تھے۔۔ گویا مما نے اپنی صفائی بیان کی۔۔۔

اور گل ہکا بکا مما کو اور پھر پاپا کی طرف دیکھے۔۔۔

اور ہمت کرتی گل بول ھی اٹھی۔ نہیں چھوٹی مما مجھے پیسے نہیں چاہیں۔ مجھے چاہیے تو اپنے بابا کا تھوڑا سا وقت چاہیئے۔ اگر اپ کی اجازت ہو تو کچھ وقت کے لیے میں اپنے بابا سے بات کر سکتی ہوں۔

تب ھی بابا بول اٹھے جی بیٹا ائیں ھم لان میں چلتے ھیں۔

اوکے بابا اور وہ بابا کا ہاتھ تھامے کمرے سے باہر لے گئ تھی۔

لیکن کمرے میں بیٹھا اک وجود غصے سے طلملا اٹھا۔۔۔۔۔

****

****

وہ دونوں باپ بیٹی لان میں اکر جھولے پر بیٹھ گئے۔

جی بیٹا بولیں کیا بات ھے۔۔۔

بابا میرا نام گل رعنا کیوں ھے۔

وہ اپنی بیٹی کے معصوم سے انداز میں کیے گئے سوال سے چونک اٹھے تھے۔۔

بابا بولیں بھی کہاں کھو گئے اپ۔

اور مسٹر اذان ہمدانی کی نظروں میں ان کی پہلی نظر کی محبت کا عکس جھوما تھا ماضی کی ان کی پہلی محبت گل رعنا کا

بابا۔۔۔۔

جججی بیٹا۔

کہاں کھو گئے اپ۔۔۔

گل رعنا اپنے بابا کی آنکھوں میں اداسی کی جھلک دیکھ کر سمجھ چکی تھی۔

وہ پارک میں بیٹھی گل رعنا کے منہ سے اپنے بابا کا نام سن کر چونک گیٔ تھی۔ لیکن وہاں خاموش رھی تھی۔اسے کیونکہ سب اپنے بابا کی زبان سے بھی سننا تھا۔

بابا اک بات پوچھوں۔

ھاں پوچھو۔۔

کیا جن سے سچی محبت کی جاے انہیں بیچ سفر میں ادھوڑا چھوڑ دیا جاتا ھے۔

اور وہ اپنی بیٹی کے منہ سے یہ الفاظ سن کے ٹھٹھک گئے۔

ان کے پاس کوئ جواب نا تھا۔

بابا آپ کو پتہ ھے کہ اج پارک میں مجھے اک خاتون ملیں۔ جن کا نام بھی گل رعنا تھا۔

اذان بوکھلا گیا تھا۔اک دم جیسے اس پر کسی نے کچھ پھینک دیا ہو۔۔

پھر کیا تھا گل نے اول سے اخر تک سب کچھ سنا دیا تھا جو ماضی کی گل نے بتلایا تھا۔

اور وہ جیسے ھی سب کچھ سنا کے باپ کی طرف مری ان کی آنکھوں سے جھلک رہے انسو اس کی نظر سے نا چھپ پاے۔اب گل کو بھی یقین ہو چکا تھا کہ ان کے بابا ھی اپنی محبت کو بیچ سفر میں چھوڑائے تھے۔

ازان ہمدانی خود سے بھی نا نظریں ملا پا رہے تھے وہ خود کو لاچار محسوس کر رہے تھے۔

وہ مجرم تھے وہ اسی کسک کو دل میں لیے بیٹھے اج تک سزا بھگت رہے تھے۔ وہ تب بے بس تھے۔ لیکن اج بے سہارا سے ہو گئے تھے۔

کتنی شکایت تھی اسے اپنے باپ سے لیکن اج بھی ان کی پہلی محبت کی جھلک ان کی

آنکھوں سے نظر ائ۔

وہ باپ کی حالت دیکھ کر تڑپ اٹھی۔

سچ ھی تھا جس پر بیتی ہو وہ ھی جانتا ھے۔تمہارا باپ اک کمزور مرد تھا جو اس معصوم کے لیے کچھ نا کر پایا۔اور اسے بیچ سفر میں چھوڑ ایا۔

ماں کی محبت کو چن کر اپنی محبت کی تزلیل کر دی میں نے۔۔

اج سب ھوتے ھوئے بھی کچھ نہیں ھے میرے پاس۔

وہ یہ کہہ کر پژمردہ قدم اٹھاتے ھوے چل دیے۔

شاید وہ اپنی بیٹی سے بھی نظر ملانے کے قابل نا تھا۔

اج اتنا تو سمجھ ھی گئے تھے کہ کسی باپ کی معصوم بیٹی کی زندگی تباہ کر دی تھی انہوں نے۔۔۔۔۔

گل اپنے جاتے ہوئے باپ کی پشت پر نظر جمائے سوچ میں گھڑ گی کہ اس کے باپ نے بھی گل سے سچی محبت کی تھی۔جس کا منہ بولتا ثبوت انہوں نے اپنی بیٹی کا نام گل رکھ کر کیا تھا۔۔۔ان کی محبت کی سچائی تھی۔جسے وہ اج تک بھول نا پاے تھے۔۔۔

****

****

اداس آنکھوں والی لڑکی کے سامنے اپنے باپ کا ماضی کا پردہ الٹ چکا تھا۔

اس نے خوبصورت اور باوقار خاتون کی طرف دیکھا جو دکھوں کے گرداب میں دھنسی کھڑی تھیں۔

اور اپنے گریس فل پاپا کو دیکھا جو نظریں جھکائے مجرموں کی طرح کھڑے تھے۔

وہ مجرم تھے اک ایسی لڑکی کے جو کنول کا پھول تھا جسے انہوں نے دلدل میں دھکیل دیا۔

وہ دونوں اک دوسرے کے سامنے سر جھکائے کھڑے تھے۔

جیسے صدیوں سے ایسے ھی کھڑے ہوں۔اور ان کی زبانوں پر زنگ الود تالے لگیں ھوں۔۔۔۔

وہ اداس آنکھوں ولی لڑکی انہیں اکیلا چھوڑ کر جاچکی تھی۔۔۔

کہ اس کے پاپا محبت کی عدالت میں اپنی صفائی پیش کر سکیں۔

اور انہیں معافی مل جاے۔ان کی نا ختم ہونے والی سزا ختم ہو جائے۔

انہیں اج بھی وہ لمحہ یاد تھا جب اس پری نما چہرے کو اپنی چاہت کا مان دیا تھا۔۔

اپنی محبت کے لیے اکسایا تھا۔اپنی محبت کا یقین دلایا تھا۔پر انہوں نے کیا کیا اس پری کو اپنی محبت کو لاکھوں اجنبی لوگوں کے درمیان اکیلا چھوڑ گئے۔

ان کی متلاشی آنکھوں نے اس دن کہاں کہاں نہ ڈھونڈا تھا۔

کہ جلد ھی اس احساس کے پیش نظر کے گل انجان شہر میں کہاں جاے گی وہ واپس ائے تھے لیکن بینچ خالی تھا گل نا تھی

کتناڈھونڈا تھا انہوں نے گل کو۔

پر گل نا ملی تھی۔انہوں نے سوچا تھا جب گل ملی پاوں پکڑ کر اپنے جر۔ کی معافی مانگیں گے۔

مجھے معاف کر دیں گل رعنا۔

میں اپ کا مجرم ہوں۔اپ کا گنہگار ہوں مجھے معاف کر دیں۔

گل اس شخص کی طرف دیکھ رہی تھی اسی اذان کی طرف جوان کے دل میں ان بھی

اعلیٰ مقام رکھتا تھا۔

اور وہ گھٹنوں پہ بیٹھے ہاتھ جوڑے معافی مانگ رہے تھے۔

گل اگے ہو کران کے جڑے ہوئے ھاتھ تھامنا چاھتی تھی۔

لیکن وہ یہ غلطی پہلے دہرا چکی تھی جس کا خمیازہ اج تک بھگت بھی رہی تھی۔۔۔۔

اپ کس چیز کی معافی منگ رہے ھیں بل اخر گل نے چپی توڑی۔

اپ کس بات پر شرمندہ ھیں۔ حتی کہ غلطی سراسر میری ھے۔

میں ھی محبت کے جادو میں یہ بھول بیٹھی تھی کہ عورت کی محفوظ پناہ گاہ اس کے گھر کی چاردیواری ھی ہوتی ھے۔

میں نے اس محفوظ پناہ گاہ سے باہر قدم نکالا۔ میں نے غلطی کی جس کی مجھے سزا ملی ھے۔اس میں اپ کا کیا قصور۔

اس رات جب میں ہں ہارہ گئی تھی اور اج تک تنہا ہوں۔۔۔

زمین ہو کر اسمان کی طلب کرنے چلی تھی۔ وہ کہتے ھیں نا اسمان کو تکو گے تو ٹھوکر کھا کر زمین پر گرو گے اور منہ کے بل گرع گے تو اٹھ بھی نا پاو گے۔۔۔۔

میں اپنے قول و فعل کی ذمہ دار خود ہوں ناکے اپ۔۔

گھر چھوڑنے کا فیصلہ میرا خود کا تھا اس میں اپ کا کیا جرم۔

لیکن اپ خود کو قصوروار سمجھتے ھیں۔تو میں اپ کے دل ڈے بوجھ اتارنا چاہتی ہوں۔

میں تو اسی رات اپ کو معاف کر دیا تھا۔

لیکن اج اپ کے سامنے کہتی ہوں میں گل رعنا آپ کو اپنی محبت کی عدالت میں سرشار لرتی ہوں۔اپنی پہلی محبت اذان ہمدانی کو سچے دل سے معاف کرتی ھوں۔۔

جس کے لیے وہ ساری عمر خود کو قصوروار سمجھتے تھے کیسے گل رعنا نے پل بھر میں اسے بری کر دیا تھا۔اس کے دل کا بوجھ ہلکا کر دیا تھا۔

کتنی عظیم عورت تھی۔اوہ واقعی ھی اس جے قابل نا تھے جبھی وہ نا ملی تھیں انہیں۔

آسمان میں ہر سو سرمائی اندھیری چادر پھیل دی تھی۔

پرندے بھی شور مچاتے اپنے اپنے اشیانوں کا رخ کر رہے تھے۔

ان دونوں کے اندر خزاں کا موسم اپنے جوبن پہ تھا۔

گل رعنا آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ان کے پاس سے گزر رہی تھیں۔انہیں وہ لمحہ یاد ایا جب مضی کی گل رعنا ان سے ڈر کر تیز تیز قدم اٹھاتے گزر جاتی تھی۔

اج وہ کیسے مضبوط قدم اٹھاتی بے خوف اعتماد سے ان کے پاس سے ہو کر گزر گئ تھیں۔

وقت وقت کی بات ھے۔وقت اک سا نہیں رہتا اور ناہی جذبات۔

اپ سے اک درخواست ھے اپنی بیٹی کو وقت کی اک اور گل رعنا بننے سے بچا لیجیے گا۔

اپنی پشت پر سے گل رعنا کی رندھی ہوئ ضبط میں ڈوبی ہوئی آواز سنائی دی۔

ان میں حوصلہ نا تھا کہ وہ پلٹ کر دیکھ سکیں۔

لیکن جب وہ مڑے تو بہت دیر ہو چکی تھی۔گل رعنا ان کی نظروں سے اوجھل ہو رہی تھیں دل ڈوب رھے تھے۔

حال کی گل رعنا نے اپنے بابا کی طرف دیکھا جو برسوں کے بیمار لگ رہے تھے۔

انہیں اس وقت سہارے کی ضرورت تھی۔جو گل نے آگے ہو کر اپنے بابا کو تھام لیا تھا

۔

ان کے اگے چلتی وہ باوقار خاتون تھیں جو ازان ہمدانی کے دل میں اونچا مقام رکھتی

تھیں۔

جو ہمارے طرح دوہرے معیار کی تھیں وہ پیدائشی طوائف نا تھیں۔اور ناھی خاندان پیشہ ورانہ طوائف۔لیکن ہمارا معاشرہ یہ قبول نہیں کرتااور طوائف کو گالی سمجھا جاتا ھے۔

کچھ لوگ دکھوں کو سہنے کے لیے ھی دنیامیں اتے ھین خوشی کانام ونشان تک ان کی زندگی میں نہیں ہوتا۔

اک شے ہوتی قسمت جواللہ پاک نے ہمارے لیے لکھ دی ھے اور وہی ہو کے رہتا۔اور اک شے ہوتا اختیار جو ہمارے ہاتھ میں ہوتا۔

کہ ہم صیح راستہ چنیں یاغلط کاانتخاب کریں۔۔۔۔۔

خزاں کے موسم میں۔۔

دودل ملتے ھیں۔۔۔۔

اور۔

خزاں کے موسم میں دودل جدا ھوتے ھیں۔

عجب کارستانی ھے اس موسم میں نادل جڑتے نا پھول کھلتے۔

عجیب داستان ھے جو رکتی نہیں چلتی جاتی ھے۔

***********ختم شدہ*******

ہماری ویب میں شایع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔

ہمیں اپنی ویب نیو ایرا میگزین(New Era Magazine)کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول،ناولٹ،افسانہ،کالم،آرٹیکل،شاعری،پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کرکے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشااللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایرا میگزین